ماہنامہ
نعت
لاہور
پاکستان
حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سیاہ فام رفقا
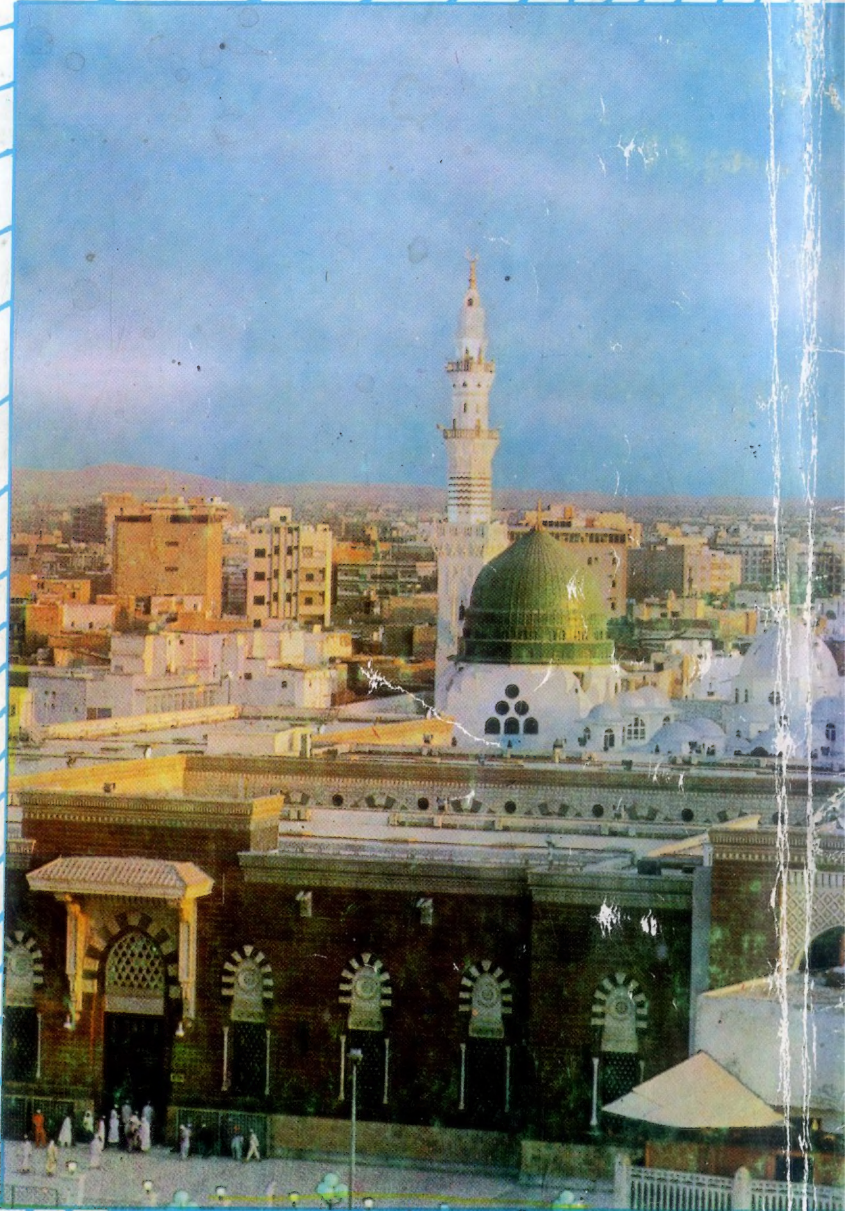
جلد ٦ — مئی ۱۹۹۳ء — شمارہ ۵

حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سیاہ فام رفقا

ایڈیٹر: راجا رشید محمود

مشیرِ خصوصی: چودھری رفیق احمد باجوہ ایڈووکیٹ

ڈپٹی ایڈیٹر: شہناز کوثر

مینجر: اظہر محمود

قیمت ۱۵ روپے (فی شمارہ) ۱۶۰ روپے (زرِ سالانہ)

خطاط: منظر رقم

پرنٹر: حاجی محمد نعیم کھوکھر۔ جیم پرنٹرز۔ لاہور

پبلشر: راجا رشید محمود

کمپیوٹر کمپوزنگ: نعت کمپوزنگ سنٹر

بائنڈر: خلیفہ عبدالمجید۔ بک بائنڈنگ ہاؤس، ۳۸۔ اردو بازار۔ لاہور

اظہر منزل۔ مسجد سٹریٹ نمبر ۵۔ نیو شالامار کالونی۔ ملتان روڈ

فون ۷۴۶۳۶۸۴ لاہور (پاکستان) پوسٹ کوڈ ۵۴۵۰۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چہرے سرخ و سپید بھی ہوتے ہیں لیکن اندر کی ظلمت باہر منعکس
ہو تو سپیدیاں زردیوں میں بدلنے لگتی ہیں

دلوں کی سیاہیاں چہروں کی روشنیوں کو ماند کر دیا کرتی ہیں
چہرے دلوں کے عکاس ہوتے ہوئے کالے ہوں تو قابلِ نفرت ہیں۔
چہرے کالے نہ بھی ہوں، دل ہی سیاہ ہوں تو چہروں پر نحوستیں برستی ہیں،
نحوستیں پرفشاں ہوتی ہیں، چہرے "عبوساً قمطریرا" بن جاتے ہیں

دلوں میں نور ہو، دلوں میں محبت ہو، دل اخلاص و ایثار کی دولت
پالیں، ان میں محبتِ خدا اور رسولِ خدا (جل شانہ، وصلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)
جاگزیں ہو تو رنگ جیسا بھی ہو، لوگ نورانی ہوتے ہیں

چہرے نورانی ہوتے ہیں، دلوں کے نور سے
چہروں کی روشنی رنگوں کی نہیں، ضمیر کے نور کی مرہونِ منت ہوتی ہے
نور رنگ نہیں ہے، رنگوں سے ماورا ہے

اور

جنھوں نے نورِ ازلی سے محبت کا رشتہ جوڑ لیا، وہ سیاہ فام
بھی تھے تو منور ہو گئے اور کائنات کو منور کرنے لگے
نور کے ان روشن میناروں سے دنیا اکتسابِ نور کرتی ہے
ان کے تذکرے سے "نعت" بھی مستنیر ہوا

حبذا!

نعت ایوارڈ ۱۹۹۳

روزنامہ جنگ اور ہمدرد کتب خانہ نے ۱۹۹۳ تک نعت کے مختلف شعبوں میں گرانقدر اور منفرد خدمات انجام دینے والی شخصیتوں کو "نعت ایوارڈ ۱۹۹۳" دیا۔ اس مقصد کے لیے آواری ہوٹل لاہور میں ایک تقریب منعقد کی گئی جس میں نعت گو شعرا، محققینِ نعت، اشاعت و فروغِ نعت میں نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والوں اور نعت خواں حضرات میں ایوارڈ تقسیم کیے گئے۔ اس نعت ایوارڈ کے محرک الحاج محمد حسین گوہر نے اپنے خطاب میں بتایا کہ اس بار ۱۹۹۳ تک کی کارکردگی کے پیشِ نظر ایوارڈ دیے جا رہے ہیں۔ آئندہ ہر سال یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

مختلف شعبوں میں جن خواتین و حضرات کو ایوارڈ دیے گئے، ان کے نام درج ذیل ہیں:

نعت گوئی

○ جناب حفیظ تائب (لاہور) ○ حافظ محمد افضل فقیر (ضلع شیخوپورہ) ○ جناب عاصی کرنالی (ملتان) ○ جناب حسرت حسین حسرت (لاہور) ○ جناب بشیر حسین ناظم (اسلام آباد) ○ جناب تنویر بخاری (کڑیال کلاں ضلع گوجرانوالہ)

تحقیقِ نعت

○ پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی (فیصل آباد) ○ پروفیسر ڈاکٹر ریاض مجید ○ ڈاکٹر سید آفتاب احمد نقوی

اشاعتِ نعت

○ راجا رشید محمود (ایڈیٹر ماہنامہ "نعت" لاہور) ○ جناب خالد شفیق ("شام و سحر" کے نعت نمبروں کی ادارت پر)

فروغِ نعت بذریعہ محافل

○ سید وقار انجم واسطی ○ الحاج محمد انور ○ جناب عبدالرشید چشتی ○ بیگم فرحت شجاع الرحمٰن

نعت خوانی

○ صوفی اللہ دین ○ حاجی دین محمد امرتسری ○ جناب جان محمد جانی ○ جناب جان محمد بٹ امرتسری ○ جناب محمد اعظم چشتی ○ جناب نذیر حسین نظامی ○ جناب محمد ثنأ اللہ بٹ ○ محترمہ غزالہ بٹ ○ جناب محمد علی ظہوری

ایڈیٹر "نعت" کے لیے عمرے کا ٹکٹ

۱۱ رمضان المبارک کو الحمرا ہال نمبر ا میں روزنامہ جنگ کی طرف سے میر خلیل الرحمٰن فاؤنڈیشن کے زیرِ اہتمام ہونے والے حمدیہ مشاعرے کے اختتام پر مشاعرے میں حصہ لینے والے ۲۱ شعراءِ کرام میں عمرے کے ٹکٹ کے لیے قرعہ اندازی کی گئی تو قرعہ ایڈیٹر "نعت" کے نام نکلا۔ اس طرح وہ آیندہ ربیع الاول شریف میں اِن شاء اللہ چوتھی بار زیارتِ حرمین شریفین کی سعادت سے بہرہ ور ہوں گے۔

ڈپٹی ایڈیٹر ماہنامہ "نعت" کے لیے صدارتی ایوارڈ

شہناز کوثر (ڈپٹی ایڈیٹر ماہنامہ "نعت" لاہور) کی پہلی کتاب "قوسِ قزح" پر ۱۹۹۱ کے صدارتی ایوارڈ اور ان کی دوسری تصنیف "حیاتِ طیبہ میں پیر کے دن کی اہمیت" پر ۱۹۹۲ کے صدارتی ایوارڈ کا اعلان کیا گیا ہے۔

اس سے پہلے پاکستان کے کسی شخص کی پہلی دو کتابوں پر صدارتی ایوارڈ نہیں ملا۔ انہیں اس لحاظ سے بھی اولیت حاصل ہے کہ پاکستان کی کسی خاتون کو آج تک مسلسل دو سال تک ایوارڈ نہیں ملا۔

بارہ جلدوں میں سیرت النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) لکھنے کا منصوبہ

خانوادۂ راجا غلام محمد علیہ الرحمہ کے تین افراد (ماہنامہ "نعت" کے ایڈیٹر، ڈپٹی ایڈیٹر اور منیجر) ایک مبسوط سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لکھنے کے منصوبے پر کام کر رہے ہیں جو بارہ تیرہ جلدوں پر مشتمل ہو گی۔ "حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بچپن" سے متعلق ۳۵۲ صفحات پر مشتمل پہلی جلد شائع ہو چکی ہے، باقی کام ہو رہا ہے۔ ان شاء اللہ العزیز یہ منصوبہ چار برسوں میں مکمل ہو گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سیاہ فام رفقاء

اظہر محمود

اُس ساعت کے نام

جب سیدنا بلالؓ نے فراق کی لے میں اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہ کہا،

تو اہل مدینہ میں کہرام برپا ہو گیا

پھر اذان پوری نہ ہو سکی

آئندہ شمارہ

زائر مدینہ بہزاد لکھنوی کی نعت

فہرست

دیباچہ

ہمارے آقا و مولا حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جیسا کون ہو سکتا ہے! ان کا حُسن بے مثال' ان کی ذات بے نظیر' ان کی صفات بے مثل۔ اِس کائناتِ عالم میں ان سے حسین خداوندِ کریم جَلَّ شانہٗ' نے پیدا ہی نہیں کیا۔

کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ

میرے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اُن کے خالق و مالک نے "چمکتا ہوا آفتاب" بنا کر بھیجا ہے۔ یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ۔ قرآنِ مجید نے قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیْنٌ بھی کہا۔ یعنی ہمارے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کہیں "نور" فرمایا گیا' لیکن "سراجِ منیر" کہا گیا۔ شاعرِ دربارِ رسالت حضرت حسّان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں

(وہ تشریف لائے چمکتے ہوئے آفتاب اور رہنما بن کر اور اس طرح چمکے جس طرح صیقل کی ہوئی تلوار چمکتی ہے)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سراپا نُور تھے' سراپا روشنی تھے' سراپا حسن تھے۔ اور میرے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نُورِ پاک جن اصلاب سے ہو کر آیا' وہ سب اجدادِ کریم بھی حسین تھے' وہ سب نورٌ علیٰ نور ہوئے۔ ان کی وجاہت' ان کی شخصی خوبیاں لوگ بیان کرتے چلے آئے ہیں۔ جن جن پیشانیوں میں حضور حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نورِ پاک رہا' ان کی چمک خاص تھی' ان

کی تابانیاں اور درخشانیاں خاص الخاص تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدِ گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور محترم دادا حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بھی انھی خصوصیات کے حامل تھے۔ حضرت عبداللہؓ تو جوانی میں انتقال فرما گئے لیکن حضرت عبدالمطلبؓ کے بارے میں بطورِ خاص یہ معلومات ملتی ہیں کہ ان کی شخصیت نہائت بارُعب تھی اور ان کے چہرے سے جمال و جلال برستا تھا۔ قوت و شجاعت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ یہ سفید رنگ، خوبرو اور دراز قامت انسان تھے۔ قریش میں سب سے زیادہ حسین و جمیل، قوی و جسیم اور بُردبار و حلیم تھے۔ نہائت کریم و سخی اور شر و فساد سے دور بھاگنے والے تھے۔ قریش میں سب سے زیادہ دانا، سب سے زیادہ نرم مزاج، سب سے زیادہ معاملہ فہم، بہادر اور انصاف پسند تھے۔ ان کی پیدائش کے وقت ان کے چند سفید بالوں کا ہونا یقیناً ان کی اس بزرگی کی علامت تھا جو انہیں عطا ہو چکی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان میں شرافت اور بزرگی کے آثار نمایاں تھے۔ حضرت عبدالمطلبؓ ان تمام زریں اصولوں پر عمل کرتے تھے جو بعد میں چل کر اسلامی نظام کے رہنما اصولوں کی حیثیت میں ہمارے سامنے آئے۔ حضرت عبدالمطلبؓ غارِ حرا میں جا کر عبادت بھی کیا کرتے تھے۔

جب ابرہہ لشکر سمیت ہلاک ہو گیا، برباد ہو گیا اور آخری فتح مکے کے مٹھی بھر نہتے لوگوں کو گھر بیٹھے نصیب ہو گئی اور حضرت عبدالمطلبؓ کوہِ حرا سے اتر آئے تو دو حبشیوں نے حاضر ہو کر ان کے سر پر بوسہ دیا اور کہا، یہ جو کچھ ہوا ہے آپ کو پہلے ہی سے یہ سب معلوم تھا۔ حبشیوں کا حضرت عبدالمطلبؓ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر ان کے سر کو بوسہ دینا اس بات کا مظہر ہے کہ حضرت عبدالمطلبؓ اس زمانے کے لوگوں کی طرح رنگ و نسل کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے تھے۔ کالے لوگوں سے نفرت نہیں کرتے تھے وگرنہ ان دونوں حبشیوں کو اس عمل کی جرأت نہ ہوتی۔ یہ واقعہ جہاں حضرت عبدالمطلبؓ کی بزرگی کو ظاہر کرتا ہے، وہاں ان کے نزدیک گورے اور کالے کے فرق کی نفی بھی کرتا ہے۔

عام طور پر خوبصورت اور حسین و جمیل لوگ بدصورت، کریہہ المنظر اور سیاہ فام لوگوں کو حقیر سمجھتے ہیں۔ آج کی مہذب دنیا میں بھی، امریکہ جیسے ترقی یافتہ ملک تک میں کالوں کا جو حال ہے، اس سے سب واقف ہیں اور جب میرے آقا و مولا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تھے، اس زمانے میں تو سیاہ فام عام طور پر غلام تھے اور معاشرے میں ان کی سرے سے کوئی حیثیت ہی نہیں ہوتی تھی۔ انھیں ڈھور ڈنگروں کی طرح خریدا اور بیچا جاتا تھا اور جانوروں سے زیادہ ذلیل کیا جاتا تھا اور سمجھا جاتا تھا۔ ستم یہ ہے کہ وہ خود بھی کسی حیثیت کے حصول کا کوئی جذبہ نہیں رکھتے تھے۔

یہ وہ وقت تھا جب ظلم و جہالت کا دور دورہ تھا۔ ہر طرف تاریکی کے بادلوں کی گھٹائیں چھائی تھیں۔ غلاموں سے بہت بُرا سلوک کیا جاتا تھا۔ ان پر ظلم و ستم کی انتہا کر دی جاتی اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا نیک شگون خیال کیا جاتا تھا۔ غلاموں سے کام کی زیادتی اور ان کی خوراک سے عدم توجہی کی روایتیں عام تھیں۔ اس دور میں غلاموں کی منڈیاں لگا کرتی تھیں۔ جن میں خصوصاً حبشی غلاموں کی خرید و فروخت ہوتی تھی۔ ان غلاموں سے نہ صرف ہتک آمیز سلوک روا رکھا جاتا تھا بلکہ بات بات پر شدید اذیتیں دی جاتی تھیں۔ انہیں جانور سے بھی بدتر سمجھا جاتا تھا۔ بلا امتیازِ رنگ و نسل ہر غلام کو نیچ اور گھٹیا سمجھا جاتا اور ان کو معاشرے میں کسی قسم کی کوئی حیثیت حاصل نہ تھی۔ لیکن حبشی غلاموں کی تو اپنی کوئی زندگی ہی نہ تھی۔ کالے بدصورت لوگوں سے ملنا اور ان سے بات چیت کرنا بھی لوگ گوارا نہیں کرتے تھے۔

ایسے میں ایک نور طلوع ہوا جس نے جہالت کے تمام اندھیرے مٹا ڈالے۔ اپنے کردار، عمل، حسنِ اخلاق اور محبت سے پوری دنیا کے نظام کو بدل کر رکھ دیا۔ اس نور نے رنگ و نسل پر فخر کرنے کی تمام روایات مٹا ڈالیں اور یہ ثابت کر دیا کہ کوئی شخص اپنے رنگ و نسل سے اپنے مقام کا تعیّن نہیں کر سکتا بلکہ یہ کام صرف اور صرف شخصی کردار کا ہے۔ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بلا امتیازِ

رنگ و نسل معاشرے کی بنیاد ڈالی۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس محیر العقول کارنامے پر دنیا کے صاحب الرائے انگشت بدنداں ہیں۔ آرنلڈ ٹوائن بی' اپنی کتاب "سولائزیشن آف ٹرائل" مطبوعہ ۱۹۴۸ء میں کہتا ہے کہ "محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے اسلام کے ذریعے انسانوں میں رنگ اور نسل اور طبقاتی امتیاز کو یکسر ختم کر دیا۔ آج کی دنیا جس ضرورت کے لیے رو رہی ہے' اسے صرف اور صرف مساواتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے نظریے کے ذریعے ہی پورا کیا جا سکتا ہے۔"

جی ہگنز "اپالوجی فار محمد" (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں لکھتا ہے۔ "کہاں ہیں وہ پوپ' آرچ بشپ آف کنٹربری اور کونسلز آف کانووکیشن' اسقف' پادری اور مسیحی قوانین بنانے والے' جنھوں نے افریقہ میں غلامی کی اجازت دی' جنھوں نے حبشیوں کو غلام بنانا مذہب کے مطابق قرار دیا۔ .... اس کے ساتھ ساتھ ایک نام ہے' محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) جس نے انسانیت کو رنگ اور نسل کی زنجیروں سے آزادی عطا کی۔ یہ نام روشن سے روشن تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اس نام کی تجلیات پوری دنیا میں پھیلتی جا رہی ہیں۔"

ای بلائیڈن "کرسچیانٹی' اسلام اینڈ دی نیگرو ریس" مطبوعہ ۱۹۶۹ء میں رقم طراز ہے۔ "ولیم پین' پادری جارج وائٹ فیلڈ' صدر ایڈورڈز --------- یہ سب لوگ کئی اہم کتابوں کے مصنف تھے اور ان کی شہرت عالمگیر ہے۔ مسیحی دینیات کی دنیا میں انھیں ممتاز ترین مقام حاصل ہے۔ یہ سب کیسے انسان تھے؟ یہ سب غلامی کے حامی تھے اور سیکڑوں غلام ان کی ملکیت تھے۔ حبشی ان کے نزدیک انسان تھے ہی نہیں' بلکہ وہ انہیں "شیطان کی اولاد" سمجھتے ہوئے ان سے نفرت کرتے اور ان پر ظلم کرنا جائز سمجھتے تھے .... ان عیسائی دینداروں اور عالموں کا خدا' محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے خدا سے کتنا مختلف ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے انسانوں کو بتایا کہ حبشی اور کالے بھی انسان ہوتے ہیں۔ ان کی اپنی جانیں اور اپنی روحیں

ہوتی ہیں جبکہ اس کے برعکس عیسائی دینداروں اور کلیسیا کے عہدیداروں نے حبشی غلاموں کو بتایا تھا "تمھیں جان لینا چاہیے کہ تمھارے جسم بھی تمھارے اپنے نہیں' بلکہ تمھاری جانوں اور روحوں کے مالک بھی وہی ہیں جنھیں خدا نے تمھارا آقا بنایا ہے"۔

لین پول اپنی تصنیف "اسلام" مطبوعہ ۱۹۰۳ء میں ان عیسائیوں کو ذکر کرتا ہے جو حبشیوں کی آزادی کے داعی ہیں اور ان کے ذکر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیمات اور آپ کے حبشیوں کے ساتھ محبت و شفقت کے سلوک کا حوالہ دے کر فرق واضح کرتے ہوئے لکھتا ہے۔" جان براؤن' جو اپنے حبشی غلام کی آزادی کے لیے بخوشی جان دے سکتا تھا' اگر اسے یہ معلوم ہوتا کہ اس کی بیٹی اس کے غلام سے شادی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تو وہ اپنی بیٹی کو اپنے ہاتھوں سے قتل کر دیتا۔ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) تھے جنھوں نے رنگ اور نسل کا خاتمہ کر دیا اور حبشی بھی عربوں کے داماد بننے لگے۔ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) تھے جنھوں نے حبشیوں کو مقرب بنایا' حتیٰ کہ انھیں حکمران کی حیثیت سے بھی قبول کرنے پر بنی نوعِ انسان کو آمادہ کر لیا۔ ہم میں سے کون ہے جو عیسائی ہوتے ہوئے بھی ایک حبشی عیسائی کو اپنا مقرب' رشتے دار یا حکمران بنانا پسند کرے گا؟ کوئی بھی نہیں!"

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خطبۂ حجۃ الوداع میں بھی لاکھوں فرزندانِ توحید کے سامنے اس بات پر زور دیا کہ اسلام میں کالے اور گورے کا کوئی تصور نہیں۔ اگر کسی آدمی کے بارے میں کوئی معیار قائم کیا جا سکتا ہے تو وہ صرف اور صرف تقوٰی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے صرف اور صرف اسلام کے زریں اصولوں کا ترازو تھا۔ اگر اس ترازو پر کوئی حبشی پورا اترا' تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسے چاہا۔ اگر اس کسوٹی پر کوئی (بظاہر) عیب دار شخص' بدصورت اور معذور فرد بھی آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسے بھی پیار کیا۔ حیاتِ طیبہ میں حضرت بلالؓ حبشی کا قد بہت نمایاں نظر آتا ہے۔ حضور صلی اللہ

علیہ وآلہٖ وسلم رنگ و نسل سے بے نیاز ہو کر کالے، عیب دار، بظاہر کم صورت اور دبلے پتلے انسانوں سے ویسی ہی محبت کرتے ہیں جیسی دوسرے انسانوں سے کرتے تھے۔

ڈاکٹر سعید احمد سعید نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نوری رنگت کے ساتھ کالے رنگ کا یوں ذکر کیا ہے۔ "اسی نوری رنگت میں رنگے ہوئے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے کالے رنگ کے حبشی غلاموں کو جن کے ساتھ جانوروں سے بھی بدتر برتاؤ ہوا کرتا تھا اور جو اچھوت خیال کیے جاتے تھے، ان کو پست اور ذلیل حیثیت سے ابھارا اور اتنا ابھارا کہ محمودؔ و ایاز اور بندہ و بندہ نواز ایک ہی صف میں کھڑے ہو کر خالقِ بے نیاز کی درگاہ میں سجدہ گزاری کرنے لگے۔ ایک دسترخوان پر بیٹھ کر کھانے لگے اور ایک ماں کے بیٹوں کی طرح بھائی بھائی بن گئے۔ یہی نہیں بلکہ اس کے رنگ میں رنگے ہوئے بعض کالے کالے حبشی اس درجہ عالی مرتبہ بن گئے کہ آج تک ان کے نام پر ہزاروں گورے چٹے جان دیتے ہیں۔ دولت، حکومت اور نسل کے فرق و امتیاز پر اس نے سیاہی کی کُوچی پھیری اور اپنے رنگ میں رنگے ہوئے تمام لوگوں کو خدائے پاک کا یہ فیصلہ سنا دیا کہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقٰکُمْ اور بتا دیا کہ شرافت نیکی اور تقوے پر منحصر ہے نہ کہ نسل اور دولت مندی پر۔"

عرب کے حبشی قبیلوں میں بنو حارث، بنو مصطلق، بنو حیا بن سعد، بنو ھون، بنو قارہ اور بنو قارظ شامل تھے۔ ان حبشی قبائل نے مسلمانوں کے خلاف قریش کو ہر قسم کی امداد دی۔ طبری کی روایت کے مطابق ابرہہ کے حملے کے خلاف حبشیوں نے اہلِ قریش کی ہر قسم کی امداد کی۔ اس کا حلف وہ پہلے ہی اٹھا چکے تھے۔ چوتھی جنگِ فجار میں بھی حبشیوں نے اہلِ مکہ کا ساتھ دیا۔ چوتھی حرف فجار وہ ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم شریک ہوئے تھے۔

حبشیوں نے مسلمانوں کے خلاف پہلی بار مقاطعۂ ابوطالبؓ میں ابوجہل وغیرہ

کا ساتھ دیا اور جنگِ اُحُد میں کفار کے ساتھ شریک ہوئے۔ اس معرکے میں جب یکے بعد دیگرے دس قریشی علمبردار مارے گئے تو کسی نے عَلَم اٹھانے کی ہمت نہ کی۔ اس موقع پر بنو حارث کی عمرۃ بنت علقمہ (حبشیہ) نے علم اٹھا لیا اور آخری دم تک اسے اٹھائے رکھا۔ اسی طرح جنگِ خندق میں حبشیوں کی کثیر تعداد نے اہلِ قریش کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف جنگ کی۔ ابنِ ابی ثابت سے روایت ہے کہ جب قُصَیّ نے مکے پر قبضہ کیا تو قریش کو اپنی تعداد کے باعث بے چینی پیدا ہوئی۔ اس پر عبدِ مناف بن قصی نے بنو ھون اور بنو حارث کو حلف کی دعوت دی تھی جو انھوں نے قبول کی۔ اس کے بعد دیگر قبائل بھی حلف میں شریک ہو گئے۔ حماد کا بیان ہے کہ یہ حلف قصی کے زمانے میں ہی اٹھایا گیا تھا اور خانۂ کعبہ میں حجرِ اسود پر اٹھایا گیا تھا۔

صلحِ حدیبیہ کے موقع پر قریش نے حبشیوں کے سردار حلیس بن علقمہ کو سفیر بنا کر بھیجا تو اس نے مسلمانوں کے قربانی کے جانور اور عمرے کا ارادہ دیکھ کر اُلٹا قریش کو ڈانٹا کہ اگر مسلمانوں کو عُمرہ کرنے سے روک دیا گیا تو تمام حبشی مسلمانوں کی مدد کریں گے۔ فتحِ مکہ کے وقت یہی لوگ تھے جو جوق در جوق مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہوتے گئے۔

ابولہب جنگِ بدر میں شریک نہیں ہوا بلکہ اس نے اپنی طرف سے **عاص** کو بھیجا تھا۔ اس جنگ کے سات دن کے بعد اسے عدسہ کی بیماری ہو گئی تھی اور وہ اسی بیماری سے مر گیا تھا۔ چھوت لگنے کے خیال سے اس کے گھر والے اس کی لاش کے نزدیک نہیں جاتے تھے۔ آخر کار مزدور حبشیوں کو کہا گیا۔ ان سے گڑھا کھدوا کر لکڑیوں سے اس کی لاش اس میں دھکیل دی گئی۔

جس جس کتاب میں یا جہاں جہاں کسی مضمون یا مقالے میں ہمارے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ان ہدایات، ان ارشادات و فرامین کا ذکر آتا ہے جو غلاموں کے ساتھ حسنِ سلوک کے سلسلے میں جاری فرمائے گئے، جہاں جہاں سیاہ فاموں کے ساتھ اس نورِ ہدایت کی محبت و شفقت کی بات چلتی ہے، مؤذنِ رسولِ کریم (صلی

اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) حضرت بلالِ حبشی رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ سیدنا بلالؓ ابنِ رباحؓ بڑے جلیل القدر صحابی ہیں' انہیں خلیفۂ راشد حضرت عمر فاروقِ اعظمؓ "سیدنا بلال" کہا کرتے تھے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ان سے اور ان کی سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت ضربُ المثل ہے لیکن ہم نے اس خیال سے زیرِ نظر کام شروع کیا کہ سیاہ فام لوگوں کے ساتھ آقا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حسنِ سلوک اور شفقت و احسان کی یہ واحد مثال تو ہے نہیں ------ پھر کوئی شخص یہ خیال نہ کرلے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی رنگت کے باوجود ان کی کچھ خوبیوں کی بنا پر سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان سے یہ حسنِ سلوک فرماتے تھے اور یہ سلوک استثنائی صورت رکھتا ہے' ------- تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بہت سے صحابۂ کرام سیاہ فام نکلے۔ ان میں زیادہ تر تو حبشی ہیں' اِکّا دُکّا ایسے بھی ہیں جو حبشی نہیں لیکن رنگ اور شکل و صورت کے اعتبار سے سیاہ فام' بھدّے یا خوبصورتی کی ضد تھے لیکن میرے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں دُنیوی اور اُخروی سعادتوں کا حق دار ٹھہرایا' ان کے مقامات کا تعیّن فرمایا اور ان کی عظمتوں کو بیان فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اپنے سیاہ فام رفقا کے ساتھ یہ سلوک اس حقیقت پر منتج ہوا کہ جن کے دلوں سے رنگ اور نسل کی یہ اونچ نیچ نکل گئی' انھوں نے اپنی سپید رنگت کو بُرا سمجھا اور سیاہ رنگت کی خوبیوں کی تلاش شروع کر دی۔

کاؤنٹ ایڈورڈ وگیادا' انگلستان کے ایک کیتھولک گھرانے میں پیدا ہوئے۔ پھر مسلمان ہو گئے تو کسی تفریق و امتیاز کے بغیر اپنے مختلف نسلوں اور رنگوں کے مسلمان بھائیوں کے ساتھ کھڑے ہونے پر خوشی کا اظہار کیا۔ اس سفید فام مسلمان نے جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی غلامی کو اختیار کرلیا تو ان کی سوچ کا دھارا یوں تبدیل ہوا کہ سیاہ فاموں کے بارے میں ایک انٹرویو میں کہتے ہیں کہ "اب مجھے سیاہ اور بھوری جلد بہت پسند ہے۔ کیونکہ جوں جوں آدمی اوپر کی طرف جاتا ہے'

بالوں کا رنگ کھلتا جاتا ہے اور جلد زرد ہونے لگتی ہے۔ خطِ استوا کی طرف بڑھتے جایئے تو جلد کا رنگ بھورا اور سیاہ ہونے لگتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے' یہ مسئلہ آفتاب کی شعاعوں کو جذب کرنے کا ہے۔ برف موت کی علامت ہے اور سورج زندگی کی۔ مجھے آفتاب سے محبت ہے۔ برف سے میں دور بھاگتا ہوں۔ صدف کا رنگ بھورا ہوتا ہے مگر اس کے اندر سے سفید چمکتا ہوا موتی برآمد ہوتا ہے۔ میرے نزدیک روح کی وہی حیثیت ہے جو موتی کی ہے۔ میں سیاہ اور بھورے رنگ کے انسانوں کی تصویروں سے بہت لطف اندوز ہوتا ہوں۔ اگر میری جلد کی رنگت بھی سیاہ ہوتی تو میں بہت خوش ہوتا۔ یہ رنگ انسان کے لیے زیادہ موزوں ہے"۔

ابنِ مندہ اور ابو نعیم اصبہانی نے حضرت حنظل ابن ضرار بن حصین (رضی اللہ عنہ) کا ذکر کیا ہے۔ ابنِ اثیر نے "اُسدُ الغابہ" میں بھی لکھا ہے کہ حضرت حنظلؓ کہتے ہیں' میں ایک عرب کے کسی بادشاہ کے ہمراہ تھا۔ اس نے مجھ سے کہا' دیکھو' جب کوئی شخص عمارت بناتا ہے یا کسی شہر میں رہتا ہے تو چاہتا ہے کہ وہیں اس کی جگہ ہو جائے مگر خدا کی قسم! میں چاہتا ہوں کہ کسی حبشی غلام کا غلام ہو جاؤں مگر قیامت کی آفت سے بچ جاؤں۔

سرکارِ والاتبار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں آپ کے سیاہ فام رفقا کے کئی واقعات ملتے ہیں' جن میں سے بعض درج کیے جاتے ہیں:

حضرت انسؓ بن مالک سے منقول ہے کہ جب حضرت علی مرتضیٰؓ کی والدہ حضرت فاطمہؓ بنتِ اسد کا انتقال ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے سرہانے آ بیٹھے اور فرمایا "اے میری ماں کے بعد میری ماں! اللہ تجھ پر رحم کرے۔" اور ان کی تعریف کی اور انہیں اپنی چادر میں کفنایا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت اسامہؓ بن زید' حضرت ابوایوب انصاری' حضرت عمر بن خطاب اور ایک سیاہ فام صحابی کو بلایا۔ انھوں نے مل کر قبر کھودی۔

محمد بن سیرین سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے

ابوذرؓ سے فرمایا کہ جس وقت عمارات سلع پہاڑ تک پہنچ جائیں تو تم نکل جانا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دستِ مبارک سے شام کی جانب اشارہ فرمایا اور کہا، میں گمان نہیں کرتا کہ تمہارے امرا تمہیں تمہارے حال پر چھوڑیں گے۔ ابوذر غفاریؓ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ صلی اللہ علیکؐ وسلم! جو لوگ میرے اور آپ کے امر کے درمیان حائل ہوں، کیا میں ان سے جنگ کروں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ ان کی سنو اور اطاعت کرو، اگرچہ ایک حبشی غلام تمہارا امیر ہو۔ جب یہ وقت آیا تو ابوذر شام چلے گئے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ ابوذر نے شام میں لوگوں کو بگاڑ دیا ہے۔ حضرت عثمان نے ابوذر کو بلایا۔ اور وہ ربذہ چلے گئے۔ وہاں پہنچے تو وہاں ایک حبشی غلام حضرت عثمانؓ کی جانب سے امیر تھا، وہ پیچھے ہٹا تو ابوذر نے کہا کہ تم نماز پڑھاؤ کیونکہ مجھے یہ حکم ہے کہ میں حبشی غلام کی بات بھی سنوں اور اس کی اطاعت کروں۔

دیکھیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے غلاموں کو کہ آپؐ کے فرمان کا کتنا پاس ہے۔ اور دوسری طرف اسلام جیسی دولت نے ایک حبشی غلام کو ایک امیر بنا دیا۔

حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک سفر پر تشریف لے جا رہے تھے مگر پانی ختم ہو گیا۔ پیاس کا غلبہ ہوا۔ حضرت علی کرّم اللہ وجہٗ کو حکم دیا کہ ایک آدمی ساتھ لے جائیں اور پانی تلاش کر کے لائیں۔ حضرت علیؓ تھوڑی دور گئے تو ایک حبشی غلام اونٹ پر سوار جا رہا تھا۔ اس کے پاس پانی کا ایک مشکیزہ تھا۔ آپ نے فرمایا تمہیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) بلا رہے ہیں۔ حبشی کہنے لگا تم جادوگر کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کہتے ہو۔ میں تو وہاں نہیں جاؤں گا۔ حضرت علیؓ نے اسے پکڑا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں لا کھڑا کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مشکیزہ لیا، سارا پانی استعمال کیا۔ صحابہ کو پلایا، مویشیوں کو پلایا، مشکیزے پُر کر لیے مگر اس کے مشکیزے میں پانی موجود رہا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ

وآلہٖ وسلم نے صحابہ کو فرمایا، اس حبشی مہمان کی تواضع کرو۔ صحابہؓ ہر طرف سے اپنی اپنی چیزیں لے آئے۔ روٹی، کھجوریں، روپے پیسے، غرضیکہ اس کی جھولی بھر دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنا دستِ مبارک اس کے چہرے پر پھیرا، چہرہ چمکنے لگا۔ رنگ سفید ہو گیا۔ واپس گیا تو اس کے آقاؤں نے اسے پہچاننے سے انکار کر دیا مگر وہ حیران تھے کہ اونٹ ہمارا ہے، سامان ہمارا ہے، چیزیں ہماری ہیں مگر سوار ہمارا نہیں۔ غلام نے پاس جا کر تمام واقعہ سنایا۔ وہ بھی اسلام لے آئے اور وہ حبشی غلام بھی مسلمان ہو گیا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک حبشی مسجد میں مقیم تھا۔ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دریافت کیا تو صحابہ نے بتایا کہ وہ مر گیا ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا، تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا تھا۔ اب مجھے ان کی قبر پر لے چلو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کی قبر پر جا کر نمازِ جنازہ ادا فرمائی۔

آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیاتِ پاک میں بعض ایسے سیاہ فام حضرات کا تذکرہ ملتا ہے، جنھیں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحابیت کا شرف حاصل ہوا، ان کی زندگیوں کو دیکھیں، ان سے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سلوکِ شفقت و محبت کا اندازہ کریں تو کیا یہ حقیقت نہیں کہ بڑے جلیل القدر صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم) کی موجودگی میں غزوۂ بدر کے موقع پر حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے ایک حبشی غلام کو خمس کا افسر مقرر فرمایا اور انہی کو غزوۂ مریسیع میں اموالِ غنیمت کا افسر بنا دیا۔ یہی محترم صحابی حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی تجہیز و تکفین میں شریک تھے۔ جب حضور سرورِ کائنات (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے جسمِ اطہر کو زمین کے سپرد کیا گیا تو اس وقت یہ صحابی اس چادر کو تھامے ہوئے تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زیبِ تن تھی۔

کیا یہ امرِ واقعہ نہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے معتمدِ خاص

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہوتے ہوئے بھی آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے سیکرٹری کی حیثیت سے امان نامہ لکھنے کا کام ایک سیاہ فام ساتھی کو سونپا۔ یہ والا شان صحابی ایسے حبشی شہید ہیں جن کا مدفن زمین نہیں بنی جنھیں براہ راست جنت میں پہنچا دیا گیا۔

کیا یہ بات تاریخ کا حصہ نہیں کہ ایک ایسے صحابی جو بظاہر خوبصورتی کی ضد تھے اور جنگلی تھے، انہیں میرے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنا دوست فرمایا اور جب انہوں نے اپنے آپ کو بے قدروقیمت کہا تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کی تردید فرماتے ہوئے قرار دیا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ بہت قیمتی ہیں۔

سیرتِ طیبہ سے واقفیت رکھنے والوں میں سے کون نہیں جانتا کہ ایک سیاہ رنگ والے لڑکے کو جن کی ناک چپٹی تھی، میرے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک زانو پر بٹھا کر دوسرے زانو پر حضرت حسنؓ یا حضرت حسینؓ کو بٹھاتے تھے اور دونوں سے اپنے راضی ہونے کا اعلان فرما کر اللہ تعالیٰ سے دعا فرماتے کہ تو بھی ان سے راضی ہو جا۔ یہ ایسی شخصیت تھے کہ جو بات حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کرتے ہوئے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بھی جھجکتیں تھیں، وہ ان کے سپرد کی جاتی تھی اور وہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے منوا لیتے تھے۔

اگر ہم نہیں جانتے تو ہمیں جان لینا چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے ایک حبشی غلام ہی کے بارے میں فرمایا تھا کہ ان کی توجہ سے زمین و آسمان کا دائرہ قائم ہے۔ پھر یہی وہ عظیم شخصیت ہیں جن کے متعلق آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جنت الفردوس ان کی مشتاق ہے۔ جب وہ فوت ہوئے تو ان کے جنازے میں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پنجوں کے بل چل رہے تھے۔ استفسار پر ارشاد فرمایا کہ جنازے میں فرشتوں کا اتنا ہجوم ہے کہ پورا پاؤں رکھنے کو جگہ نہیں ملتی۔

وہ کنیز جنھیں حضور حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی ماں فرمایا، حبشی النسل ہی تھیں۔ ان کی یہ خصوصیت ایسی ہے جس میں ان کا کوئی شریک نہیں کہ انھیں سب لوگوں سے زیادہ عرصہ تک حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ رہنے کا شرف حاصل ہے۔

اور وہ بھی تو سیاہ فام ہی تھے جو ایمان لائے، جہاد میں شریک ہوئے، شہادت کا منصب پایا اور ان کے خیمے میں تشریف لا کر کائنات کے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اس حبشی بندے کو اللہ تعالیٰ نے بڑا اعزاز عطا فرما کر داخلِ جنت کیا ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ حوریں اس کے سرہانے بیٹھی ہیں۔

اور، ———— کتنی ایمان افروز بات ہے کہ ایک حبشی نے بارگاہِ سرورِ دو عالم نورِ مجسم رحمتِ ہر عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ کا رنگ بہت اچھا ہے، میں کالا ہوں۔ اگر میں آپ کے احکام و ارشادات کی تعمیل کروں تو جنت میں، مَیں کہاں ہوں گا؟ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا کہ تم وہاں میرے ساتھ ہو گے اور تمہارے چہرے کی چمک ہزار سال کی مسافت سے دکھائی دے گی۔ وہ سیاہ فام خوش نصیب یہ سن کر رونے لگے اور روتے روتے اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ حضور سرورِ کائنات علیہ التحیۃ والثنا نے انہیں اپنے ہاتھوں سے قبر میں اتارا۔

اپنے سیکڑوں ہزاروں جانثاروں کی موجودگی میں ۹ ہجری میں میرے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک بار اپنے درِ دولت پر دربانی کی سعادت اپنے ایک سیاہ فام ساتھی کو نصیب فرمائی۔

اور ہمارے سردار، ہمارے سرداروں کے سردار سیدنا بلالؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جتنی محبت فرماتے تھے اور جس طرح تمام صحابۂ کرام (رضی اللہ عنھم) ان کی عزت کرتے تھے، اس سے کون واقف نہیں۔ انہوں نے ایک بار اپنی بیگم کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کوئی حدیثِ مبارک سنائی کہ سرکار صلی اللہ

علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ فرمایا ہے۔ بیگم بولیں، پتا نہیں، آپ کو پورے الفاظ صحیح طور پر یاد بھی ہیں یا نہیں؟ اس پر ناراض ہو گئے اور تنتناتے ہوئے گھر سے چلے، بارگاہِ مصطفوی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میری بیگم مجھے سچا نہیں سمجھتیں۔ آپ خود تشریف لے چلیں اور میری بیوی کو یقین دلا دیں کہ میں نے جو بات اس تک پہنچائی ہے، وہ من و عن پہنچائی ہے اور اس میں کوئی کمی بیشی نہیں کی۔ میرے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے ساتھ چل پڑے، ان کے گھر تشریف لے گئے، ان کی بیگم سے فرمایا، بلالؓ کی بات پر شک نہ کیا کرو۔ بلالؓ جھوٹ نہیں بولتے۔

پھر، ------- ہمارے لیے اس کے سوا کیا راستہ ہے کہ ہم ان سیاہ فام جلیل القدر ہستیوں کے مقام کو دیکھنے کے لیے اپنی ٹوپیاں تھام لیں، ان کی عظمتوں کے ذکر میں تر زباں رہا کریں، ان کے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے تعلق کی روشنی میں، ہدایت کے ان ستاروں سے اکتسابِ نور کریں اور ان کے تذکروں سے اپنے قرطاس و قلم کو جلا بخشیں۔ نور کے یہ درخشندہ و تابندہ مینار ہمارے لیے منزل نما ہیں، ان کی زندگیاں، ان کی اپنے آقا و مولا، ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت و عقیدت کے مظاہر ہمارے لیے رہنما ہیں، ہمیں اپنی زندگیوں کو ان سے اکتسابِ فیض کرنے کی کوشش میں لگا دینا چاہیے۔

اللہ ہمیں توفیق دے!

****
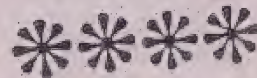
حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سیاہ فام رُفقا

سیدنا بلالؓ رضی اللہ عنہ ابنِ رباح

حلیہ

سیّدنا بلالؓ کا رنگ گہرا سانولا تھا۔ جسم دُبلا اور لمبا تھا۔ سینہ آگے کو اُبھرا ہوا تھا۔ سر پر گھنے بال تھے۔ رخساروں پر گوشت کم تھا۔ سیدنا بلالؓ کا قد لمبا اور کسی قدر جُھکا ہوا تھا۔ رنگ سیاہ، چہرہ پتلا اور بال گھنے تھے۔ جن میں بہت سے سفید بال تھے۔ یہ حبشی النسل ہیں۔ لمبا قد اور چھریرا بدن۔ ابو عبداللہ یا عبدالکریم یا ابوعبدالرحمن ان کی کنیت تھی۔

ابتدائی حالات و پرورش

سیدنا بلالؓ کی پرورش مکّہ میں قریش کے مشہور قبیلے بنو جمح میں ہوئی اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تین موذنوں حضرت بلالؓ، حضرت ابُومحذورہؓ اور حضرت عمرو بن کلثوم نے مکے کے اسی قبیلے میں پرورش پائی۔

طبرانی اور بعض دوسرے اہلِ سیَر نے لکھا ہے کہ سیدنا بلالؓ کے والد رباحؓ اصل کے اعتبار سے حبشی تھے۔ وہ اپنی اہلیہ حمامہؓ کے ہمراہ مستقلاً مکہ میں آ بسے تھے اور قریش کے خاندان بنو جمح کی غلامی اختیار کی تھی یا انہیں غلام بنا لیا گیا تھا۔ اسی غلامی کی حالت میں بعثتِ نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے تقریباً اٹھائیس برس پہلے

رباح اور حمامہ کے فرزند بلالؓ پیدا ہوئے۔ سیدنا بلالؓ نے ہوش کی آنکھیں کھولیں تو چاروں طرف کفر و شرک کی ضلالت کو محیط پایا۔ ان کا آقا اُمیّہ بن خلف جمی بھی سخت مشرک تھا۔ اسی کی غلامی میں انھوں نے زندگی کے اٹھائیس سال گزار دیے۔ اسی اثنا میں ان کے کانوں میں دعوتِ توحید کی صدا پہنچی۔ یہ بعثت کا بالکل ابتدائی زمانہ تھا۔ بلالؓ طبعاً نہایت نیک نفس اور پاکباز تھے اور غالباً بعثت سے پہلے بھی وہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اخلاقِ عالیہ سے متاثر ہو چکے تھے۔ چنانچہ انھوں نے بلا تأمل لبیک کہا۔

حضرت بلالؓ پر اُمیّہ بن خلف کا ظلم

مشہور صحابی حضرت عمروؓ بن العاص سے روایت ہے کہ میں نے سیدنا بلالؓ کو ایسی حالت میں دیکھا کہ امیہ نے ان کو ایسی سخت تپتی ہوئی زمین پر لٹا رکھا تھا کہ جس پر گوشت رکھ دیا جاتا تو وہ گل جاتا مگر وہ اس حالت میں بھی کہہ رہے تھے کہ میں لات و عُزّیٰ سے انکار کرتا ہوں۔ امیہ نے دیکھا کہ اتنی سختیوں کے باوجود اس عاشقِ ذوالجلال کے ماتھے پر شکن نہیں پڑی تو اس کی آتشِ غضب بھڑک اٹھی اور اس نے اپنے دوسرے غلاموں اور بنو جمح کے لونڈوں کو پُشکار دیا کہ لات و ہُبل کے اس باغی کو اتنی اذیتیں دو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے خدا کا نام لینا چھوڑ دے۔ وہ بدبخت امیہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے سیدنا بلالؓ کو بُری طرح مارتے پیٹتے، دن کے وقت ان کے کپڑے اتروا کر لوہے کی زرہ پہناتے اور دھوپ میں ڈال دیتے۔ شام کو ہاتھ پاؤں باندھ کر ایک کوٹھڑی میں پھینک دیتے اور رات کو انھیں تازیانے رسید کرتے رہتے لیکن سیدنا بلالؓ کی زبان سے اَحَد اَحَد کے سوا کچھ نہ نکلتا۔

علامہ ابنِ سعد کا بیان ہے کہ امیہ سیدنا بلالؓ کے گلے میں رسّی باندھ کر انھیں لونڈوں کے حوالے کر دیتا اور وہ انھیں مکے کی گھاٹیوں میں گھسیٹتے پھرتے۔ پھر

جلتی ہوئی ریت پر لا کر اوندھے منہ لٹا دیتے اور ان پر پتھروں کا ڈھیر لگا دیتے لیکن حضرت بلالؓ اَحَد اَحَد ہی کہے جاتے۔

شاعرِ دربارِ رسالت (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) حضرت حسّانؓ بن ثابت سے روایت ہے کہ میں زمانۂ جاہلیت میں حج یا عمرے کے لیے مکے گیا تو دیکھا کہ لڑکوں نے سیدنا بلالؓ کو ایک رسّی سے باندھ رکھا ہے اور اِدھر اُدھر گھسیٹ رہے ہیں لیکن وہ کہے جا رہے ہیں کہ میں لات و عُزّیٰ اور ہُبل اور اساف اور نائلہ اور بوانہ سب کا انکار کرتا ہوں۔

سیدنا بلالؓ کی آزادی

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ موضع سراۃ (یا مکہ) میں پیدا ہوئے۔ یہ ان سات سابقین میں سے ہیں جو ابتداءً اسلام ہی میں مسلمان ہو گئے تھے۔ اسلام کے لیے ان پر سخت ظلم ہوئے۔ ایذائیں دی گئیں۔ شریر لڑکے ان کو جانور کی طرح لیے پھرتے تھے اور یہ اَحَد اَحَد کے نعرے لگاتے تھے۔ ایک روز حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو دیکھا کہ ان کو سخت ایذا دی جاتی ہے۔ ابوبکرؓ صدیق سے جا کر فرمایا، مجھے بلالؓ خرید دو۔ حضرت عباسؓ کے ساتھ جا کر بلالؓ کو خریدا اور آزاد کر دیا۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مؤذن اور ابوبکرؓ کے خازن ہوئے۔

اہلِ صُفّہ میں شریک

برکت علی لودھیانوی اپنی کتاب "اصحابِ صُفہ" میں لکھتے ہیں کہ سیدنا بلالؓ بن رباحؓ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اصحابِ صفہ میں شریک ہیں۔

رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گزاری

سیدنا بلالؓ سفر و حضر، جنگ و امن ہر حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کی پاسبانی کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ وہ دن رات آپؐ کی خدمت میں حاضر رہتے۔

سیدنا بلالؓ کی ذمہ داریاں

سیدنا بلالؓ حبشی آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مؤذن کے علاوہ آپؐ کے عصا بردار، خازن اور ذاتی ملازم بھی تھے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گھریلو ضروریات کا بندوبست کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیت المال کا تمام انتظام بھی انہی کے سپرد کر رکھا تھا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جو اموال آتے تھے، سیدنا بلالؓ انہیں محفوظ رکھتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منشا کے مطابق انہیں تقسیم کرتے تھے۔ سفر کے دوران میں جب کبھی پڑاؤ کا وقت آتا تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے خیمہ خود نصب کرتے اور دوپہر کے وقت سایہ دار جگہ کا انتظام کرتے۔ غزوات کے موقعوں پر میدانِ جنگ میں کچھ دور سائبان کھڑا کر دیتے جہاں سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ کا نظارہ کرتے۔ جب تک جنگ جاری رہتی، سیدنا بلالؓ برابر میدانِ جنگ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سائبان کے درمیان چکر لگاتے رہتے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احکام اور ضروری ہدایات فوج تک پہنچاتے رہتے۔ دوسری طرف میدانِ جنگ کی صورتِ حال سے بھی آپؐ کو مطلع رکھتے۔

اسلام کے سب سے پہلے مؤذن

سیدنا بلالؓ کی آواز بہت دلکش اور بلند تھی اسی لیے جب اذان کا سلسلہ جاری ہوا تو سب سے پہلے یہ خدمت سیدنا بلالؓ کے سپرد کی گئی۔ اس طرح انہیں اسلام کا سب سے پہلا مؤذن ہونے کا شرف حاصل ہوا اور رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کے وصال تک وہ بدستور یہ خدمت سرانجام دیتے رہے۔ فتح مکہ کے موقع پر کعبہ کی چھت پر چڑھ کر پہلی دفعہ اذان دینے کی سعادت بھی انہوں نے ہی حاصل کی۔

مؤذن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درِ دولت پر

بلالؓ جب اذان دے چکتے تو رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دروازے پر کھڑے ہو کر نہایت ادب سے کہتے **حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاح۔ اَلصَّلٰوۃ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ** (یا رسولَ اللہ صلی اللہ علیک وسلم! نماز تیار ہے، تشریف لے آئیں)۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لے آتے تو اقامت کہتے اور نماز شروع ہو جاتی۔

بلالؓ کی خوش الحانی

سیدنا بلالؓ کی آواز نہایت دلکش اور بلند تھی۔ اس میں ایسی تاثیر تھی کہ جو سنتا، سب کام چھوڑ چھاڑ کر والہانہ انداز میں نماز کے لیے مسجد کی طرف لپکتا تھا۔

غزوات میں شرکت

غزوات کا سلسلہ شروع ہوا تو سیدنا بلالؓ کو بدر سے لے کر تبوک تک تمام غزوات میں رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا۔

امیہ بن خلف کا انجام

جب تمام کافر جنگ (بدر) کے لیے جانے لگے تو ابولہب نے اپنی جگہ عاص بن ہشام کو بھیج دیا۔ اس موقع پر امیہ بن خلف نے بھی جانے سے انکار کر دیا اور یہ عذر ظاہر کیا کہ میں بوڑھا ہوں، میرا جسم میرے قبضے میں نہیں ہے۔ حالانکہ اسے یاد

تھا کہ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ "امیہ بن خلف کو میرے احباب قتل کر دیں گے"۔ اس بات سے وہ بہت خوفزدہ تھا۔ ابوجہل نے امیہ بن خلف کو سمجھایا کہ تم سردار ہو کر انکار کرو گے تو باقی لوگ اپنی کوئی نہ کوئی مجبوری بتا کر جانے سے انکار نہ کر دیں۔ ابوجہل کے سمجھانے پر امیہ بن خلف تیار ہو گیا۔

غزوۂ بدر میں سیدنا بلالؓ آٹا گوندھ رہے تھے۔ اچانک ان کی نظر امیہ بن خلف پر پڑی جسے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف گرفتار کر کے لے جا رہے تھے۔ سیدنا بلالؓ کو امیہ کی اسلام دشمنی یاد آ گئی اور وہ پکارنے لگے۔ "اے انصار اللہ و انصار الرسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ امیہ بن خلف مشرکوں کا سرغنہ ہے۔ دیکھنا یہ بچ کے نہ جانے پائے"۔ اور بلالؓ نے یہ بھی کہا کہ آج امیہ بن خلف بچ گیا تو میری خیر نہیں۔ حضرت بلالؓ کی چیخ و پکار سن کر انصار دوڑے اور آناً فاناً امیہ کو جہنم واصل کر دیا۔ ابنِ حجر نے شرح بخاری میں واقدی سے نقل کیا ہے کہ امیہ بن خلف کو حضرت خبیب بن یساف نے قتل کیا تھا۔ ذرا غور کریں کہ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے اس حبشی غلام سے کتنا پیار ہے کہ اس حبشی پر ظلم کرنے والے امیہ بن خلف کے قاتل کو "اپنا دوست" فرمایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بلالؓ سے محبت

ایک دفعہ حضرت ابوذر غفاریؓ جو ابھی نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے، کسی بات پر سیدنا بلالؓ سے خفا ہو گئے اور اسی خفگی کے عالم میں کہنے لگے:

"اے لونڈی کے بیٹے"!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کو سنا تو فرمایا:

"اے ابوذر! تم نے بلالؓ کی ماں کو گالی دی ہے۔ معلوم ہوتا ہے ابھی تک جاہلیت کا اثر تم سے زائل نہیں ہوا"۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ بات سن کر حضرت ابوذرؓ ایسے

متاثر ہوئے کہ فوراً سیدنا بلالؓ سے معافی مانگی اور اپنا گال زمین پر رکھ کر کہنے لگے کہ میں اس وقت تک اپنا گال زمین سے نہ اٹھاؤں گا جب تک سیدنا بلالؓ اپنے پاؤں سے اسے نہ روندیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی ذرا سی دل شکنی بھی گوارا نہ کر سکتے تھے۔ فتح مکہ سے قبل ایک مرتبہ ابوسفیان حضرت بلالؓ، صہیبؓ اور سلمانؓ فارسی کے پاس سے گزرا۔ ان لوگوں نے اسے دیکھ کر کہا کہ "اللہ کی تلوار نے اب تک اس دشمنِ خدا کی گردن نہیں اڑائی"۔ اتفاق سے اسی وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ کا بھی ادھر سے گزر ہوا۔ ان کی بات سن کر کہا کہ "تمہیں قریش کے سردار کی نسبت ایسی بات نہیں کہنی چاہیے"۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس واقعہ کا علم ہوا تو آپؐ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے فرمایا "ابوبکر! کہیں تم نے انہیں ناراض تو نہیں کر دیا۔ اگر تم نے انہیں ناراض کر دیا تو گویا اپنے خدا کو ناراض کر دیا"۔ یہ سن کر ابوبکر صدیقؓ فوراً ان لوگوں کے پاس پہنچے اور کہا "اے میرے پیارے بھائیو! اگر ناراض ہو گئے ہو تو میں تم سے عاجزانہ معافی مانگتا ہوں"۔ لیکن انہوں نے کہا "نہیں ہم ناراض نہیں ہوئے"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تحفہ اور بلالؓ کا استعمال

نجاشی شاہِ حبشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تین نیزے ہدیہ بھیجے تھے۔ ان میں ایک نیزہ تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو دے دیا، دوسرا حضرت علیؓ کو مرحمت فرما دیا اور تیسرا نیزہ سیدنا بلالؓ کی تحویل میں دے دیا۔ عیدین اور نمازِ استقاء کے موقع پر سیدنا بلالؓ اس نیزے کو لئے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آگے آگے چلتے اور جس جگہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز پڑھانا ہوتی اس سے ایک دو گز کے فاصلہ پر اسے زمین میں گاڑ دیتے۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق کے عہد میں بھی ان کا یہی طریق رہا۔ حضرت عمرؓ اور

حضرت عثمانؓ کے زمانے میں یہ خدمت سعد القرظ کے سپرد ہوئی۔ بعد میں کافی عرصے تک یہ نیزہ محفوظ رہا اور نیزہ بردار اسے لے کر خلفا کے آگے چلتے رہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بلالؓ کے حق میں فیصلہ

بعض روایتوں میں ہے کہ سیدنا بلالؓ چونکہ عربی نژاد نہیں تھے۔ اس لیے اذان میں حائے حطی کے بجائے ہائے ہوز کا تلفظ استعمال کرتے تھے۔ مکہ معظمہ کے کچھ نو مسلم حضرات نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی توجہ اس طرف دلائی تو آپؐ نے سیدنا بلالؓ کے صدق و نیاز اور اخلاص کی تحسین فرمائی اور ان کا اعتراض یہ فرما کر رد کر دیا کہ:

"اللہ کے نزدیک بلالؓ کی ہائے ہوز تمہاری حائے حطی سے بہتر ہے"۔ لیکن بعض اربابِ علم نے ان روایتوں پر تنقید کی ہے اور لکھا ہے کہ سیدنا بلالؓ تمام حروف کے مخارج بالکل صحیح ادا کرتے تھے۔

سیدنا بلالؓ کا تقویٰ

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عالمِ کشف میں جنت کا نظارہ کرایا گیا اور آپ نے اپنے آگے سیدنا بلالؓ کے قدموں کی آواز سنی۔ نماز کے بعد آپ نے پوچھا:

"بلالؓ! تمہیں اپنے کس عمل سے سب سے زیادہ ثواب ملنے کی امید ہے؟ کیونکہ میں نے جنت میں تمہارے قدموں کی آواز اپنے آگے سنی ہے"۔

سیدنا بلالؓ کی کسر نفسی دیکھو کہ اس وقت نہ انھوں نے اپنے زہد و قناعت کا ذکر کیا، نہ جہاد کا۔ نہ ان تکالیف و مصائب اور مظالم و آلام کا جو آپ کو راہِ حق میں اٹھانے پڑے اور جنہیں انھوں نے بڑے صبر و استقلال سے برداشت کیا اور نہ اپنی اطاعت و فرمانبرداری کا، بلکہ صرف یہ کہا:

میں نے اسلام کے دوران میں کوئی ایسا غیر معمولی عمل نہیں کیا جس کی بنا پر میں بارگاہِ خداوندی سے خاص ثواب کا مستحق ٹھہرایا جاؤں البتہ یہ ضرور ہے کہ میں ہر وضو کے بعد دو نفل پڑھ لیا کرتا ہوں۔

سادگی اور انکسار

اس قدر و منزلت اور عزت و احترام کے باوجود سیدنا بلالؓ حد درجہ منکسر المزاج تھے۔ تواضع اور خاکساری، عاجزی اور فروتنی ان کی فطرت میں داخل تھی۔ جب کبھی لوگ ان کے صبر و استقامت کا ذکر کرتے اور اسلام کی راہ میں بدترین مظالم ہنسی خوشی سہنے پر ان کی تعریف کرتے تو وہ کسی قسم کا اظہار تفاخر کرنے کی بجائے سر جھکا لیتے اور کہتے:

میں صرف ایک حبشی غلام ہوں جو کل تک معمولی غلام تھا۔

راویٔ احادیث

اگرچہ انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتنی لمبی صحبت نصیب ہوئی جو بہت کم صحابیوں کو نصیب ہوئی لیکن ان کی بیان کردہ احادیث بہت کم ہیں۔ وجہ یہ تھی کہ انھیں یہ بات سخت ناپسند تھی کہ لوگ ان کے گرد حلقہ بنا کر بیٹھیں اور نہایت ادب و احترام کے ساتھ سر جھکا کر ان کی روایات سنیں۔

سیدنا بلالؓ کی سچائی کی تصدیق

سیدنا بلالؓ کا ایک نمایاں وصف راست بازی و صداقت تھا اور اس کی گواہی خود رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دی ہے۔ ایک مرتبہ انھوں نے اپنی بیوی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ایک حدیثِ پاک سنائی۔ اس نے شک و شبہہ کا اظہار کیا۔ بلالؓ کو اس کی تاب کہاں تھی؟ وہ غصے میں بھرے ہوئے اسی وقت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس چلے گئے اور سارا ماجرا بیان کیا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے ساتھ ان کے گھر پر تشریف لائے اور ان کی بیوی سے فرمایا :

بلال میری جو حدیث تم سے بیان کرے، تم اس پر یقین کر لیا کرو اور اسے ناراض نہ کیا کرو۔ وہ جھوٹ بولنے والا آدمی نہیں ہے۔

عہدِ نبویؐ کے بعد بلالؓ کی پہلی اذان

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے بعد کچھ دن تک تو انھوں نے اذان دی لیکن پھر معذوری کا اظہار کر دیا۔ اور صحابہ کے پُرزور اصرار پر بھی اذان دینے پر آمادہ نہ ہوئے۔ ایک بار حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے ارشاد پر اذان دینے پر رضامندی کا اظہار کیا۔ ہر طرف ہلچل مچ گئی اور ہر طرف سے لوگ مسجدِ نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی طرف امڈ پڑے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دَور کی یاد تازہ ہونے والی تھی۔ اور پھر جب بلالؓ نے اذان شروع کی اور جب اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ پر پہنچے اور نگاہوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جلوے کی تابانی نہ دکھائی دی تو پھوٹ پھوٹ کر رو پڑے۔ اس وقت عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جلیل القدر صحابہ جن کے قدم بڑے بڑے معرکوں میں نہ ڈگمگائے تھے، زاروقطار رو رہے تھے کہ ان کی ڈاڑھیاں آنسوؤں سے بھیگی ہوئی تھیں۔

حضرت عمرؓ اور سیدنا بلالؓ

ابنِ اثیر لکھتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ابوبکر ہمارے سردار تھے اور انھوں نے ہمارے سردار یعنی سیدنا بلالؓ کو آزاد کرایا۔

حضرت بلالؓ کی اوّلیت

عہدِ فاروقی میں ایک مرتبہ قریش کے چند رؤسا حضرت عمر فاروقؓ سے ملاقات

کے لیے گئے۔ اسی اثنا میں سیدنا بلالؓ بھی وہاں آ پہنچے، حضرت عمرؓ نے سب سے پہلے سیدنا بلالؓ کو اندر بلایا۔ اکابرِ قریش میں سے بعض پر یہ بات گراں گزری اور ان کے منہ سے نکل گیا کہ شرفاءِ قریش تو انتظار کر رہے ہیں اور بلالِ حبشیؓ کو ان پر ترجیح دے کر شرفِ باریابی بخشا جا رہا ہے۔ اس موقع پر حضرت عکرمہؓ بن ابی جہل اور بروایتِ دیگر حضرت سہیل بن عمروؓ نے کہا:

"داعیِ حق (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے ہم سب کو بیک وقت حق کی طرف بلایا لیکن ہم نے اس کے قبول کرنے میں تاخیر کی اور بلالؓ جیسے لوگ ہم پر سبقت لے گئے لہٰذا اب بھی وہی شرفِ اوّلیت رکھتے ہیں اور ہمیں شکایت کا کوئی حق نہیں"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بُلاوا

شام کے معرکوں سے فارغ ہو جانے کے بعد سیدنا بلالؓ نے وہیں کے گاؤں "خولان" میں مستقلاً سکونت اختیار کر لی۔ ایک رات کو خواب میں دیکھا کہ حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں "اے میرے بلالؓ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم ہماری زیارت کے لیے آؤ"۔ اس خواب کے بعد اس عاشقِ صادق کی آتشِ فراق بھڑک اٹھی اور بے تابانہ مدینۂ منورہ کا رخ کیا۔ روضۂ اقدس پر حاضر ہوئے تو صبر کا یارا نہ رہا اور فراقِ حبیب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں اس درد سے روئے کہ دیکھنے والوں کی آنکھوں سے بھی سیلِ اشک رواں ہو گیا۔

حضرت بلالؓ کی آخری اذان

اس موقع پر حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ بھی موجود تھے۔ اپنے محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے جگر گوشوں کو سینے سے لگا کر بار بار ان کا منہ اور سر چومتے تھے۔ انھوں نے خواہش کی کہ "بابا بلالؓ! کل فجر کی اذان روضۂ رسول (صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر آپ دیں"۔ سیدنا بلالؓ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے پیارے نواسوں کی خواہش کو کیسے ٹال سکتے تھے۔ فجر ہوئی تو روضۂ رسول (صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم) کے قریب اذان کے لیے کھڑے ہو گئے۔ سارا مدینہ ان کی اذان سننے
کے لیے امڈ آیا۔ جونہی انھوں نے اذان دینی شروع کی، مدینۂ منورہ کی پوری فضا حشر
ساماں ہو گئی۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عہدِ مبارک لوگوں کی آنکھوں
کے سامنے آ گیا۔ جب سیدنا بلالؓ نے روضۂ اقدس کی طرف انگلی کا اشارہ کر کے اَشْهَدُ اَنَّ
مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہا تو پردہ نشین خواتین بھی بے تاب ہو کر گھروں سے باہر نکل
آئیں۔ روتے روتے لوگوں کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا ہادیٔ برحق
سیدِ کونین (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے آج ہی وصال فرمایا ہے۔ حضورِ اکرم صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد مدینۂ منورہ میں ایسا دلدوز اور پُراثر منظر کبھی
دیکھنے میں نہیں آیا۔

بیویاں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ابوالکبیر نے اپنی بہن
کا نکاح حضرت بلالؓ سے کر دیا۔ اس نکاح کے بعد سیدنا بلالؓ نے اور بھی کئی نکاح
کیے۔ انھوں نے بنو زہرہ کی ایک بدوی خاتون سے بھی شادی کی۔ ایک روایت کے
مطابق سیدنا بلالؓ کی ایک بیوی کا نام ہند الخولانیہ تھا جو یمن کی رہنے والی تھی۔
حضرت بلالؓ کی کوئی اولاد نہیں تھی۔

سیدنا بلالؓ کی وفات

ان کی تاریخِ وفات میں اختلاف ہے۔
وفات کے وقت سیدنا بلالؓ کی عمر ستّر برس کے لگ بھگ تھی۔ بعض نے لکھا
ہے کہ یہ ۲۰ھ یا ۲۱ھ میں فوت ہوئے۔ جان کنی کے وقت انھیں اپنے حبیب صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے کی اس قدر خوشی تھی کہ جب ان کی بیوی انھیں اس
حالت میں دیکھ کر رونے لگیں تو کہنے لگے:
"تم روتی کیوں ہو؟ تمھیں تو خوش ہونا چاہیے۔ کل ہم اپنے رفیقوں سے ملیں گے۔
کل ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار ہو گا۔"
اُسُدُ الغابہ میں علامہ ابنِ اثیر نے لکھا ہے کہ سیدنا بلالؓ نے ۲۰ھ میں وفات
پائی۔ اس وقت ان کی عمر ساٹھ برس تھی۔ حضرت عمرؓ کو جب حضرت بلالؓ کی وفات
کی خبر پہنچی تو وہ روتے ہوئے نڈھال ہو گئے۔ بار بار فرماتے تھے:
"آہ، ہمارا سردار سیدنا بلالؓ بھی ہمیں داغِ جدائی دے گیا۔"

مزارِ اقدس

حضرت بلالؓ کا مدفن دمشق میں ہے۔ باب الصغیر ایک جگہ ہے، یہیں ان کا
مزار ہے۔ جب امیر تیمور گرگانی نے ۸۰۳ھ میں دمشق فتح کیا تو سیدنا بلالؓ کی قبر پر قُبّہ
بنانے کا حکم دیا اور وہی قبہ آج بھی چلا آ رہا ہے۔ دمشق میں ایک پرانا اور بڑا لمبا
چوڑا قبرستان ہے جس کو باب الصغیر کہتے ہیں۔ جہاں جانے کے لیے زائرین کو سناغیہ
مسجد سے گزر کر چھتہ بازار سے آگے، کرکول شیخ حسن پہنچنا ہوتا ہے۔ اس کے دائیں
جانب باب الصغیر ہے جہاں سیدنا بلالؓ کا مرقد ہے۔

****

حضرت حمامہ رضی اللہ عنہا

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت بلالؓ بن رباح کی والدہ
تھیں۔ یہ ان خوش قسمت افراد میں شامل تھیں جنھوں نے ابتدا ہی میں اسلام قبول

کر لیا تھا۔ مشرکینِ مکہ نے اس جرم کی پاداش میں ان پر سخت مظالم توڑنے شروع کیے۔ بالآخر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انھیں خرید کر آزاد کر دیا۔

****

حضرت خالدؓ بن رباح رضی اللہ عنہ

حضرت خالدؓ بن رباح سیدنا بلالؓ بن رباح حبشی کے بھائی ہیں۔ ان کی کنیت ابورویحہ ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ابورویحہ بلالؓ کے اسلامی بھائی تھے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان دونوں میں مواخات کرا دی تھی، حضرت خالدؓ ان کے نسبی بھائی نہ تھے۔ حضرت بلالؓ مقام داری میں رہتے تھے جو دمشق کے مضافات میں ہے۔ حضرت بلالؓ نے اپنی اور اپنے بھائی خالدؓ کی منگنی کے وقت کہا تھا کہ میں بلالؓ ہوں اور یہ میرے بھائی ہیں۔ ہم دونوں غلام تھے، ہم کو اللہ نے آزاد کر دیا۔ ہم دونوں غریب تھے، اللہ نے ہمیں مال دار کر دیا۔ ہم دونوں گمراہ تھے، اللہ نے ہمیں راہِ راست دی۔ پس اگر تم اپنی لڑکیوں کا ہم سے نکاح کر دو تو الحمدللہ اور اگر تم ہماری درخواست نامنظور کرو تو لا الٰہ الا اللہ۔ ان لوگوں نے ان کی خواہش پر نکاح کر دیا۔ لڑکی عربی النسل تھی اور قبیلہ کندہ سے تعلق تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت عمرؓ جابیہ سے لوٹے تو حضرت بلالؓ نے ان سے درخواست کی کہ وہ انھیں شام ہی میں رہنے دیں۔ حضرت عمرؓ نے ان کی یہ بات منظور کر لی۔ انھوں نے مزید کہا کہ میرے بھائی ابورویحہؓ کو بھی جن کے اور میرے درمیان رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مواخات کرا دی تھی، میرے پاس رہنے دیں۔ چنانچہ دونوں مقام داری میں رہے۔ پھر بلالؓ اور ان کے بھائی قبیلہ خولان میں گئے اور ان لوگوں سے بلالؓ نے اپنے اور اپنے بھائی کے لیے نکاح کی

درخواست کی۔ ان لوگوں نے ان کے ساتھ نکاح کر دیا۔

****

حضرت غفیرہ رضی اللہ عنہا بنتِ رباح

یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مؤذن حضرت بلالؓ بن رباح کی بہن تھیں۔ ان کے آقا کا نام عمر تھا۔

ان کے دوسرے بھائی کا نام خالدؓ ہے۔ یہ خاندان دو بھائیوں اور ایک بہن پر مشتمل ہے۔ یہ امام بخاری کا قول بھی ہے اور ابو موسیٰ نے بھی ذکر کیا ہے۔

****

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ

جنّت جن کی مشتاقِ دید ہے

سید ناصر نذیر فراق لکھتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسجد میں اکیلے تشریف فرما تھے۔ حضرت ابودرداؓ حاضر ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے بیٹھ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، ابودرداؓ تم اِس وقت خوب آئے۔ ہم اس وقت تمہیں ایسا شخص دکھائیں گے جس کی جنت الفردوس مشتاق ہے۔ حضرت ابودرداؓ نے عرض کیا، زہے نصیب۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دُعا کے لیے کہا

تھوڑی دیر میں ایک حبشی غلام مسجد کے اندر آیا جس کے منہ اور ہاتھوں پر سے وضو کے پانی کی بوندیں ٹپک رہی تھیں۔ اس نے سلام کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بہت شوق سے اس کے سلام کا جواب دیا اور اپنے پاس بٹھا کر کہا "اے ہلال! تمہارا مزاج اچھا ہے (ہلال اس حبشی غلام کا نام تھا) تم ہمارے لیے دعا بھی کرتے ہو؟" حضرت ہلالؓ نے رو کر عرض کی یا رسولَ اللہ صلی اللہ علیکَ وسلم یہ غلام کس قابل ہے جو آپؐ کے لیے دعا کرے گا مگر اللہ خوب جانتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یاد سے میرا دل ایک لحظہ بھی غافل نہیں ہے۔ آپؐ پر روشن ہے کہ میں ایک غیر شخص کے قبضے میں ہوں۔ جی چاہتا ہے کہ ہروقت آپؐ کے پاس حاضر رہوں اور آپؐ کی خدمت بجا لاؤں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہمیں معلوم ہے مگر تمہاری دعا ہی ہمارے اور ہماری امت کے لیے کافی ہے۔ اب ابودرداؓ سمجھے کہ ہلالؓ ایسے عالی مقام شخص ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان سے دعا کے طالب ہیں تو انہوں نے ہاتھ باندھ کر کہا یا رسولَ اللہ صلی اللہ علیکَ وسلم ان سے میرے لیے بھی دعا کے لیے کہیے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اے ہلالؓ تمہارے بھائی ابودرداؓ دعا کے لیے درخواست کرتے ہیں۔ حضرت ہلالؓ حبشی نے عرض کیا "یا رسولَ اللہ صلی اللہ علیکَ وسلم! کیا آپ ان سے راضی ہیں؟"۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "ہاں میں ان سے راضی ہوں"۔ یہ بات سن کر ہلالؓ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آمین کہی اور ہلال فوراً اٹھ کر چلے گئے۔

جن کی توجہ سے زمین و آسمان کا دائرہ قائم ہے

اس معاملہ کے تین دن بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابودردا کو بلا کر کہا "اے ابودرداؓ تمہارے بھائی ہلالؓ انتقال فرما گئے ہیں۔ چلو ان کی لاش کو لے آئیں"۔ حضرت ابودرداؓ آپؐ کے ساتھ ہو لیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ایک طرف کو چلے اور آپؐ کے پیچھے ابودرداؓ اور ان کے پیچھے بہت سے صحابی ہو لیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مغیرہ بن شعبہ کے مکان پر پہنچے اور صاحبِ خانہ نے آپؐ کی تشریف آوری کی خبر سنی تو وہ مارے گھبراہٹ کے ننگے پاؤں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس دوڑا چلا آیا اور کہنے لگا۔ "آپ نے کیوں تکلیف کی ہے"۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "اللہ کے ایک خاص اور مقبول بندے نے تمہارے گھر میں رحلت کی ہے۔ میں اس لیے آیا ہوں کہ اسے بہت تعظیم و تکریم کے ساتھ اس کی منزل تک پہنچاؤں"۔

مغیرہ نے کہا، میرے گھر میں خدانخواستہ کسی نے رحلت نہیں کی ہے۔ آپ یہ کیا فرماتے ہیں؟ ۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، میں بالکل صحیح کہتا ہوں مجھے جبرئیلِ امینؑ نے خبر دی ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ابھی یہ جملہ اچھی طرح مکمل بھی نہیں کیا تھا کہ مغیرہ کا ایک غلام بولا، مالک آپ کو خبر نہیں ہے۔ شترخانہ میں جو حبشی غلام اونٹ اور بکریاں کی ٹہل کیا کرتا تھا وہ آج رات مرگیا ہے اور زمین پر اکڑا پڑا ہے شاید اس کے متعلق آپ فرماتے ہوں۔

مغیرہ نے فرمایا وہ تو نہایت ذلیل آدمی تھا، اس کا نام ہلال تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "اے مغیرہ میں انہی ہلالؓ کے لیے کہہ رہا ہوں۔ اے مغیرہ تو اللہ کے نیک بندوں کو کس طرح جان سکتا ہے۔ ہلالؓ وہ بزرگ تھے جن کی توجہ سے زمین و آسمان کا دائرہ قائم ہے۔ اے مغیرہ ہلالؓ اور ان کے ساتھ چھ ولی اللہ اور ہیں جنہیں اوتاد کہتے ہیں اور اس جہان کی سلامتی اوتاد کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ ان میں سے جب ایک فوت ہو جاتا ہے تو دوسرا ان کی جگہ باذن اللہ قائم ہو جاتا ہے۔" مغیرہ نے عرض کیا، آپؐ ہلالؓ کی لاش کو اپنے گھر لے جائیں اور جس طرح چاہیں، اس کے جنازہ کو اٹھائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم مغیرہ کی اجازت پا کر شترخانہ میں پہنچے اور آپؐ نے دیکھا کہ ہلالؓ فرشِ خاک پر جہاں گوبر اور مینگنوں کا ڈھیر تھا، مُردہ پڑے ہوئے تھے اور بدن کرخت ہو گیا تھا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی خاک پر

ہی بیٹھ گئے اور ہلال کا سر اٹھا کر زانو پر رکھ لیا اور دیر تک روتے رہے۔ پھر ان کی میت کو وہاں سے ابودردا کے مکان پر لائے اور نہلا دھلا کر قبرستان لے چلے۔

حضرت ہلالؓ کے جنازے کے ساتھ فرشتوں کا ہجوم

جب ان کی میت کو قبرستان لے جایا جا رہا تھا تو لوگوں نے دیکھا کہ ہلالؓ کا جنازہ، اٹھانے والوں کے ہاتھوں سے کسی قدر اونچا ہے اور ادھر آپ ہی آپ چلنے لگا ہے۔ اور لوگوں نے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا، آپ پنجوں اور انگوٹھوں کے بل چل رہے ہیں۔ جب قبر تیار ہو گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود ہی ہلالؓ کو لحد میں اتارا اور دیر کے بعد آپ لحد میں سے نکل کر باہر آئے۔ اس وقت آپؐ کا چہرہ سرخ تھا اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ آپ کوئی بڑا ہی مشکل کام کر رہے ہیں۔ حضرت علیؓ نے پوچھا یا رسولَ اللہ صلی اللہ علیکَ وسلم! آج میں نے کئی باتیں نئی دیکھی ہیں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگوں کو ہلالؓ کا جنازہ جو معلق دکھائی دیتا تھا، اس کا سبب یہ تھا کہ اسے جبریل و میکائیل اٹھا رہے تھے اور ہاتھوں ہاتھ لیے جاتے تھے اور میں پنجوں کے بل اس لیے چل رہا تھا کہ ہلالؓ کے جنازہ کا ساتھ دینے کے لیے آسمان سے اتنے فرشتے آ گئے تھے کہ تمام رستے بھر گئے تھے اور مجھے قدم رکھنے کو جگہ نہیں ملتی تھی۔ قبر میں دیر تک ٹھہرنے کی وجہ یہ ہوئی کہ جب ہلالؓ کو میں نے لحد میں رکھا تو ہزاروں حوریں جنت الفردوس میں اکٹھی ہو گئیں اور مجھ سے کہنے لگیں کہ ہمارا نکاح ہلالؓ سے کر دیجیے مگر میں نکل آیا۔ اب ملائکہ اس کام کو انجام دیں گے۔

****

حضرت اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا

نام و نسب

ان کا اصل نام برکہ ہے، عرف ام الظبا اور کنیت امِ ایمن ہے۔ ان کا نسب اس طرح ہے برکہ بنتِ ثعلبہ بن عمرو بن حصن بن مالک بن سلمہ بن عمرو بن نعمان۔

حلیہ

یہ حبشی النسل تھیں۔ ان کا رنگ گہرا سانولا تھا۔

حضرت اُمِّ ایمنؓ کا اسلام

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اعلانِ نبوت کے بعد سب سے پہلی ایمان لانے والی خواتین میں اُمّ المومنین حضرت خدیجہؓ، حضرت جعفر بن ابوطالب کی بیوی اسما بنت عمیس، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پھوپھیاں صفیہ بنتِ عبدالمطلب اور اروٰیؓ بنتِ عبدالمطلب، حضرت ابوحذیفہؓ کی بیوی سہلہؓ بنتِ سہیل، حضرت عثمانؓ کی والدہ حضرت اروٰیؓ بنتِ کریز، حضرت خالدؓ بن سعید کی بیوی امیمہؓ بنتِ خلف، امِ حبیبہؓ بن ابوسفیان (جنھیں بعد میں ام المومنین بننے کا شرف حاصل ہوا)، حضرت ابوبکر کی بیٹی اسماؓ بنتِ ابوبکرؓ، حضرت عائشہ کی والدہ امِ رومانؓ، حضرت طلحہؓ کی والدہ صعبہؓ بنتِ الحضرمی، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی والدہ شفاؓ بنتِ عوف، حضرت مطلبؓ بن ازہر کی بیوی رملہؓ بنتِ ابی عوف، حضرت عمرؓ کی بہن فاطمہؓ بنتِ خطاب، حضرت عامرؓ کی بیوی لیلیٰؓ بنتِ ابی خثمہ، حضرت حاطبؓ کی بیوی فاطمہؓ بنتِ مجلل، حضرت امِ سلمہ جنہیں بعد میں ام المومنین بننے کا شرف حاصل ہوا، ابوجہل کے ماں جائے بھائی عیاش بن ابی ربیعہ کی بیوی اسماؓ بنتِ سلامہ، ابوجندلؓ کی بہن امِ کلثومؓ بنتِ سہیل، حضرت سودہؓ بنت زمعہ (جو بعد میں ام المومنین بنیں)، ایک آزاد کردہ لونڈی حضرت زنیرہؓ رومیہ، حضرت بلالؓ بن رباح کی والدہ حمامہؓ، مومل کی لونڈی لبیبہؓ، بنی زہرہ کی لونڈی امِ عیسؓ

حضرت عمار بن یاسر کی والدہ سمیہؓ، خطاب بن الحارث کی بیوی فکیہہؓ بنتِ یسار اور حضرت ام ایمنؓ بنتِ ثعلبہ۔

حضرت امِ ایمنؓ کی سب سے بڑی خصوصیت

نہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سیاہ فام رفقا میں یہ اعزاز حضرت امِ ایمنؓ کو حاصل ہے کہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیاتِ پاک کے تمام ماہ و سال کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا بلکہ حضرت امِ ایمنؓ کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے رشتہ دار، عزیزوں اور دیگر رفقا میں کسی بزرگ یا خُرد کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پرورش سے لے کر ان کے وصال تک حضرت ام ایمنؓ ساتھ ساتھ رہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی ان سے بہت محبت کرتے تھے۔ وہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان سے مزاح بھی فرمایا۔ حضرت آمنہؓ، حضرت عبدالمطلبؓ اور حضرت ابوطالبؓ کے ہمراہ برکہؓ ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت پر مامور رہیں۔ آپؐ انہیں اپنی ماں خیال کرتے۔ اور ان کے بیٹے حضرت اسامہؓ سے بے حد محبت رکھتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت زیدؓ (حضرت امِ ایمنؓ کے دوسرے شوہر) سے بے حد محبت کرتے تھے۔ لوگ انہیں "حِبِّ رسولؐ" کے نام سے یاد کرتے۔ حضرت اسامہؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے ایک زانو پر بٹھاتے اور دوسرے زانو پر حضرت حسنؓ کو بٹھا کر فرماتے، خدایا میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں، اس لیے تو بھی ان سے محبت فرما۔

حضرت امِ ایمنؓ کی دو ہجرتیں

حضرت امِ ایمن نے حبشہ اور مدینہ منورہ دو ہجرتیں کیں۔ نیاز فتح پوری اور سعید انصاری لکھتے ہیں کہ حضرت امِ ایمن نے پہلے مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کی

اور پھر وہاں سے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ ابن سعد کے مطابق یہ چند سال حبش میں رہیں اور غزوۂ اُحُد سے پہلے مدینۂ منورہ واپس آئیں مگر حافظ ابنِ عبدالبر، طبرانی اور بلاذری نے لکھا ہے کہ ہجرتِ مدینہ کے وقت وہ مکہ ہی میں مقیم تھیں۔ چند ماہ بعد ان کے شوہر حضرت زید بن حارثہ مکہ آئے اور ام المؤمنین حضرت سودہؓ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دو صاحب زادیوں حضرت فاطمہؓ اور حضرت امِ کلثومؓ کے علاوہ حضرت امِ ایمنؓ اور اپنے فرزند حضرت اسامہؓ کو بھی اپنے ساتھ مدینہ لے گئے۔ مدینہ شریف کی طرف ہجرت کے وقت راستہ میں سخت پیاس لگی۔ آسمان سے ایک ڈول جس میں نہایت شفاف و سفید پانی تھا، اترا۔ کہتی ہیں کہ میں نے اسے خوب سیر ہو کر پیا۔ اس کے بعد مجھے کبھی پیاس کی تکلیف نہیں ہوئی حالانکہ میں سخت گرمیوں میں روزے رکھا کرتی۔

راویٔ احادیث

حضرتِ امِ ایمنؓ سے کئی احادیث مروی ہیں اور ان کے راویوں میں حضرت انس بن مالک، حنش ابن عبداللہ صنعانی، ابویزید مدنی وغیرہ شامل ہیں۔ "اعلام النسا" میں عمر رضا کحالہ نے لکھا ہے کہ حضرت امِ ایمن نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پانچ حدیثیں روایت کیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت گزار

حضرت امِ ایمنؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والدِ ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی کنیز تھی۔ اور اپنے بچپن سے ان کے پاس رہ رہی تھیں۔ گھر کا کام کاج ان کے سپرد تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والدِ ماجد حضرت عبداللہؓ بن عبدالمطلب کی وفات کے بعد یہ حضرت آمنہؓ کے پاس رہنے لگیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش میں شریک

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش کرنے والوں میں سے حضرت برکہ کا
نام بہت اہم ہے۔ علامہ حلبی حضرت ام ایمن کی پرورش کے متعلق لکھتے ہیں کہ ایک
بار حضرت ام ایمنؓ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف سے غافل ہو گئیں تو
حضرت عبدالمطلبؓ نے حضرت ام ایمنؓ سے کہا کہ میرے بچے سے غفلت نہ کیا کرو
کیونکہ اہل کتاب کہتے ہیں کہ یہ اس امت کے نبی ہیں۔

حضرت ام ایمنؓ نے اپنے آپ کو آقا حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی
خدمت کے لیے وقف کر دیا تھا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر اپنی جان چھڑکتی
تھیں، ہر وقت آنکھوں کے سامنے رکھتی تھیں اور ماں کی کمی کا احساس نہیں ہونے
دیتی تھیں۔

غزوات میں شرکت

حضرت ام ایمنؓ غزوۂ اُحُد میں دوسری عورتوں کے ہمراہ شریک تھیں۔ ساتھی
عورتوں میں حضرت ام سلیمؓ اور ام سلیطؓ کے علاوہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ صدیقہ
بھی شامل تھیں۔

"اعلام النسا" میں لکھا ہے کہ حضرت ام ایمنؓ اس غزوہ میں زخمیوں کا علاج
کرتیں اور انھیں پانی پلاتی تھیں۔ انھوں نے جب دیکھا کہ شکست خوردہ مسلمان
مدینہ میں گھسنا چاہتے ہیں تو انھوں نے ان کے چہروں پر مٹی پھینکی اور ان کو غیرت
دلانے کے لیے کہنے لگیں کہ ہم سے سُوت کے تکلے لے لو اور اپنی تلواریں ہمیں
دے دو۔ اس کے بعد فوراً میدان جنگ میں پہنچیں اور زخمیوں کو پانی پلانے لگیں۔
ایک کافر حبان بن عرقہ نے ان پر تیر چلایا جس سے یہ گر گئیں اور پردہ کھل گیا۔ اس
پر اس کافر نے قہقہہ لگایا۔ آقا حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو یہ بات ناگوار گزری
اور آپؐ نے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو ایک بغیر اَنی کا تیر دے کر فرمایا کہ اسے چلاؤ۔
حضرت سعد نے یہ تیر چلایا تو وہ تیر حبان بن عرقہ کے حلق پر لگا اور وہ چت گر گیا اور

اس کا پردہ کھل گیا۔ اس پر حضور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قدر ہنسے کہ
جڑ کے دانت دکھائی دینے لگے۔ فرمایا سعد نے ام ایمن کا بدلہ چکا دیا۔ اللہ ان کی دعا
قبول کرے۔

یہ عظیم خاتون غزوۂ اُحُد کے علاوہ غزوۂ خیبر میں بھی شریک ہوئیں۔ انھوں
نے غزوۂ احد اور غزوۂ خیبر میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا۔ زخمیوں کی مرہم پٹی، بیماروں
کی دیکھ بھال اور مجاہدوں کی حوصلہ افزائی میں پیش پیش تھیں۔ اس کے علاوہ یہ
زخمیوں کو پانی پلانے کا کام بھی انجام دیتی تھیں۔

حضرت ام ایمنؓ غزوۂ حنین ۸ ہجری میں بھی شریک تھیں۔ اس جنگ میں ان
کے پہلے شوہر عبیدؓ بن زید کے بیٹے حضرت ایمنؓ بن عبید نہایت بہادری اور دلیری سے
لڑے اور شہید ہو گئے تھے۔ یہ شروع سے آخر تک حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم
کے ساتھ جمے رہنے والے صحابہ میں سے تھے اور ان میں سے صرف حضرت ایمن ہی
شہادت کے عہدہ پر فائز ہوئے تھے۔

حضرت ام ایمنؓ کا خاندان

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ صرف حضرت ام ایمنؓ بلکہ ان کے سارے
خاندان سے بڑی محبت کرتے تھے اور حضرت ام ایمنؓ اور ان کا خاندان بھی حضورِ
اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑی محبت کرتا تھا۔ ان کے پہلے بیٹے حضرت ایمنؓ
غزوۂ حنین میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرد ثابت قدم رہنے والے دس
صحابہ میں سے تھے۔ اور ان دس صحابہ میں سے واحد شہید حضرت ایمنؓ ہی تھے۔ ابنِ
اسحٰق کے مطابق حضرت ایمنؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت پر مامور تھے۔
ان کے ذمہ ضرورت کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پانی مہیا کرنے کی
سعادت تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت زید بن حارثہ سے بڑی محبت کرتے

تھے۔ محبت کا یہ عالم تھا کہ صحابہ کرام انہیں "حِبُّ رسول" کے نام سے بھی پکارتے تھے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جس لشکر میں حضرت زید بن حارثہ شریک ہوتے تو امارت کا عہدہ صرف انھی کو حاصل ہوتا۔ حضرت زید بن حارثہ واحد صحابی ہیں جن کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا متبنٰی بنایا۔ حضرت زید بن حارثہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اتنی محبت کرتے تھے کہ جب ان کا والد اور چچا آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ کہا ہمارا بیٹا (زید) آپؐ کا غلام ہے۔ ہم اسے لے جانے آئے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اگر زیدؓ اپنی خوشی سے جانا چاہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن اس پر زبردستی نہ کی جائے۔" حضرت زیدؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اپنے رشتہ داروں کو یہ جواب دیا کہ اگر یہ غلامی ہے تو میں غلامی کو آزادی پر ترجیح دیتا ہوں اور آپ لوگوں کے ساتھ جانے سے انکار کرتا ہوں۔ اس سے وہ مطمئن نہ ہوئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خانۂ کعبہ جا کر اس بات کا اعلان کیا کہ زیدؓ میرا بیٹا ہے۔ اس پر اس کے گھر والے ہنسی خوشی واپس چلے گئے۔ تمام صحابہ میں صرف زید بن حارثہ کا ذکر ہی قرآن مجید میں آتا ہے۔ (سورہ الاحزاب۔ ۳۳: ۳۷)

حضرت اسامہؓ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑی محبت کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان سے بہت پیار کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت اسامہؓ کو ایک زانو پر بٹھاتے تھے اور دوسرے زانو پر حضرت حسنؓ کو بٹھاتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ اے اللہ! میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت اسامہؓ کو بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جو خصوصیت حاصل تھی، اس کی بنا پر منافقین ان سے بہت حسد کرتے تھے۔ اور ان کے نسب پر تہمت لگاتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ باتیں پہنچتیں تو آپ کو بہت رنج ہوتا۔

اسی زمانے میں ایک دن عرب کا ایک مشہور قیافہ شناس مجزز مدلجی حضور صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت حضرت اسامہؓ اپنے والد حضرت زیدؓ بن حارثہ کے ساتھ ایک چادر اوڑھے سو رہے تھے۔ دونوں کے پاؤں چادر سے باہر تھے۔ مجزز نے پاؤں دیکھ کر کہا کہ یہ پیر ایک دوسرے سے پیدا ہیں۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت خوش ہوئے۔ ہنستے ہوئے حضرت عائشہ کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا تم نے سنا مجزز نے ابھی اسامہؓ اور زیدؓ کے پاؤں کو دیکھ کر کہا کہ یہ ایک دوسرے سے پیدا ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیافہ شناسوں کے محتاج نہیں تھے۔ دراصل ہر وہ بات جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس حبشی غلام کے خلاف کی جاتی، اس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رنج ہوتا اور ان کے حق میں کی جانے والی ہر بات سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے آخری جرنیل حضرت اسامہؓ ہی تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کے لیے جنھوں نے حضرت اسامہؓ کے لشکر میں اعتراض کیا تھا، کہا "جو لشکر اسامہؓ میں جانے سے انکار کرے، اس پر خدا لعنت کرے۔" اور آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ اپنے باپ کی طرح اسامہؓ بھی سرداری کے اہل ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسامہؓ ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں میں بہت چاہتا ہوں۔ پس آپ لوگ ان سے بہتر سلوک کریں کیونکہ وہ بہترین لوگوں میں سے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام ایمنؓ کو ماں کہا

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ام ایمنؓ کے بارے میں فرمایا کرتے کہ یہ میری ماں کے بعد میری ماں ہیں۔ اور ان کی بہت تعریف فرماتے اور اکثر ان کے گھر میں تشریف لے جایا کرتے۔ جب ان پر نظر پڑتی تو امی کہہ کر پکارتے۔ ان کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے کہ یہ میرے اہلِ بیت کا حصہ ہیں۔

جنت کی خاتون

حضرت ام ایمنؓ کے پہلے شوہر عبید بن زید کی وفات کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے صحابہ سے خطاب فرماتے ہوئے اعلان کیا کہ اگر کوئی شخص جنت کی کسی عورت سے نکاح کرنا چاہے تو وہ ام ایمنؓ سے نکاح کرے۔ یہ ارشاد سن کر حضرت زیدؓ بن حارثہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوشنودی کے لیے تمام صحابہ سے سبقت لے گئے اور حضرت ام ایمنؓ سے نکاح کر لیا۔

حضرت ام ایمنؓ کی ذمہ داریاں

آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہؓ کی شادی حضرت علیؓ سے کی اور جب حضرت فاطمہؓ کو ان کی سسرال بھیجا تو اس موقع پر حضرت ام ایمنؓ کو ان کے ہمراہ بھیجا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس ایک سو گوسپند اور سات بکریاں تھیں جنھیں ام ایمنؓ چرایا کرتی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیاری سات بکریاں جنھیں چرانے کی ذمہ داری حضرت ام ایمنؓ کے ذمہ تھی، ان کے نام عمرہ، زمزم، سقیا، برکہ، اطلال اور اطراف تھے۔ ایک بکری جس کا نام غثیہ تھا، اس کا دودھ آپؐ بڑے شوق سے پیا کرتے تھے۔ عبدالرحمٰن ابن جوزی ان بکریوں میں عجرہ کا نام عجوہ اور غثیہ کا نام ورسہ لکھتے ہیں۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سب سے بڑی بیٹی حضرت زینبؓ ۸ ہجری میں انتقال فرما گئیں تو حضرت ام ایمنؓ حضرت سودہؓ اور حضرت ام سلمہؓ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہدایات کے مطابق میت کو غسل دیا۔ جب غسل سے فارغ ہوئیں تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اطلاع دی۔ آپؐ نے اپنا تہ بند عنایت فرمایا اور ہدایت کی کہ اسے کفن کے اندر پہنا دو۔

ایک بار حضرت ام ایمنؓ نے آٹا چھانا اور اس کی روٹیاں تیار کر کے آپؐ کی خدمت میں پیش کیں۔ آپ نے فرمایا "یہ کیا ہے؟" بولیں، ہمارے ملک میں اسی کا رواج ہے۔ میں نے چاہا کہ آپ کے لیے اسی قسم کی روٹیاں تیار کروں۔ لیکن آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے فرمایا "آٹے میں چوکر ملا کر پھر گوندھو"۔

حضرت ام ایمنؓ ہر وقت آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہمراہ رہا کرتی تھیں اس لیے وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بھوک پیاس کے بارے میں فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نہ صرف اپنے بچپن بلکہ بڑے ہونے کے بعد بھی کبھی بھوک پیاس کی شکایت نہیں کی۔ صبح کے وقت تھوڑا سا آبِ زم زم نوش فرما لیتے اور میں دوپہر کو بھی کھانے کے لیے کہتی تو فرمایا کرتے کہ مجھے بھوک نہیں ہے۔

ام ایمنؓ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت

حضرت ام ایمنؓ نے ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے گھر تشریف لانے پر شربت پیش کیا۔ آپؐ نے پینے سے عذر کیا، آپؐ اس وقت روزے سے تھے۔ اس پر ازراہِ محبت حضرت ام ایمنؓ نے خفگی کا اظہار کیا۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چھ برس کی عمر میں اپنی والدۂ محترمہ حضرت آمنہؓ اور برکہ یعنی حضرت ام ایمنؓ کے ہمراہ جب پہلی بار مدینۂ منورہ کو گئے اور مدینہ سے واپسی پر راستے میں ابوا کے مقام پر حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا وفات پا گئیں تو اس موقع پر حضرت برکہؓ یعنی ام ایمنؓ اکیلی آپؐ کو لے کر مکۂ مکرمہ پہنچی تھیں۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس دنیا سے پردہ فرمایا تو آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جانثار صحابۂ کرامؓ نے مرثیے کہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حبشی صحابہ و صحابیات میں سے صرف حضرت ام ایمنؓ کے بارے

میں یہ معلوم ہو سکا ہے کہ انھوں نے اس موقع پر مرثیہ کہا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ام ایمنؓ سے محبت

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس انصار کے دیے ہوئے بہت سے نخلستان تھے۔ جب بنو قریظہ اور بنو نضیر پر فتح حاصل ہوئی تو آپؐ نے وہ نخلستان واپس کرنا شروع کر دیے۔ ان میں سے کچھ باغ حضرت انسؓ بن مالک کے بھی تھے جو آپؐ نے حضرت ام ایمن کو دے دیے تھے۔ حضرت انس آئے تو حضرت ام ایمنؓ نے ان باغوں کی واپسی سے انکار کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ دیکھ کر ان کو باغ سے دس گنا زیادہ عطا کر دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی حضرت امِ ایمنؓ سے بہت محبت کرتے تھے۔ اور کبھی کبھی ان سے مزاح بھی فرما لیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ آئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کہنے لگیں کہ یا رسولَ اللہ (صلی اللہ علیکَ وسلم) مجھے سواری کے لیے ایک اونٹ مرحمت فرما دیجیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "میں تمھیں اونٹ کے بچے پر سوار کر دوں گا۔" وہ کہنے لگیں "میں اونٹ کے بچے کا کیا کروں گی اور وہ میرا بوجھ کس طرح سنبھال سکے گا"۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "اونٹ بھی تو اونٹ کا بچہ ہی ہوتا ہے"۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ۱۱ ہجری میں جہادِ روم کی تیاری کا حکم دیا تو اس لشکر کا سالار حضرت اسامہؓ بن زید کو مقرر فرمایا۔ اسامہ کا لشکر روانہ ہو گیا۔ ابھی یہ جرف کے مقام پر پہنچا ہی تھا کہ حضرتِ امِ ایمن نے کسی آدمی کے ہاتھ حضرت اسامہ کو بلوا بھیجا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حالتِ نزع میں ہیں، اس لیے فوراً پہنچو۔ یہ پیغام ملتے ہی اسامہؓ سمیت پورا لشکر واپس لوٹ آیا۔

امِ ایمن کی وفات کے متعلق کوئی بات حتمی طور پر نہیں کہی جا سکتی۔ علامہ ابنِ اثیر کہتے ہیں کہ امِ ایمنؓ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے چھ ماہ

بعد فوت ہو گئی تھیں مگر حافظ ابنِ حجر کے مطابق جب حضرت عمر فاروقؓ نے ۲۴ ہجری میں شہادت پائی تو حضرت امِ ایمنؓ بہت روئیں اور فرمانے لگیں کہ آج اسلام کمزور پڑ گیا ہے۔ اسی بات کے سلسلے میں دوسرا حوالہ یہ ہے کہ ابنِ سعد لکھتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ غنی کے عہدِ خلافت میں کھجور کے درختوں کی قیمت بہت بڑھ گئی تھی۔ یہاں تک کہ ایک درخت ایک ہزار پر اٹھتا تھا اور اس زمانے میں جب حضرت اسامہؓ بن زید کو لوگوں نے ایک درخت کی پیڑی کھوکھلی کر کے اس کا مغز نکالتے ہوئے دیکھا تو حیران ہو کر پوچھا کہ آپ یہ کیا کر رہے ہیں، اتنے قیمتی درخت کو ضائع کر رہے ہیں۔ اس پر حضرت اسامہؓ بولے کہ "میری ماں نے اس کی فرمائش کی تھی اور وہ جس چیز کا حکم دیتی ہیں، میں اس کی تعمیل کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔"

****

حضرت عبیدؓ حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نام و نسب

حضرت عبیدؓ بن زید بھی حبشی تھے۔ ابنِ سعد اور ابنِ مندہ نے ان کا نسب نامہ اس طرح لکھا ہے۔ عبید بن زید بن عمرو بن بلال بن ابی الحربا بن قیس بن مالک بن سالم بن غنم بن عوف بن خزرج۔ اس نسب نامہ کی رو سے وہ خاندانِ عوف بن خزرج کے فرد ٹھہرتے ہیں۔ اسے خاندانِ جبلی بھی کہا جاتا ہے۔ اس لیے کہ جبلی سالم بن غنم کا لقب تھا اور اس کی وجہِ تسمیہ یہ تھی کہ اس کا پیٹ بہت بڑا تھا۔ یثرب میں یہ خاندان بہت معزز مانا جاتا تھا۔ مشہور منافق عبداللہ بن اُبَی اسی خاندان سے تھا۔

عبیدؓ کی شادی

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہؓ سے نکاح کے بعد حضرت ا
ایمنؓ کو آزاد کر دیا اور ان کا نکاح عبید بن زید سے کر دیا۔

عبید زمانۂ جاہلیت میں یثرب سے مکہ آکر مقیم ہو گئے تھے۔ یہیں ان کا نکا
ام ایمن سے ہوا۔

قبولِ اسلام

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت کا اعلان کیا تو اول ایمان لانے والوں میں حضرت ام ایمنؓ کا نام بھی آتا ہے۔ ان کے پہلے شوہر حضرت عبید بھی مسلمان تھے۔ یہ حضرت ام ایمنؓ کے ساتھ ہی ایمان لائے۔ ان کو صحابی اور انصاری بھی لکھا جاتا ہے۔

بیٹے کی پیدائش

نکاح کے کچھ عرصہ کے بعد عبید ام ایمن کو لے کے یثرب لے گئے جہاں ان کے صاحبزادے ایمنؓ پیدا ہوئے۔ حضرت ایمنؓ جلیل القدر صحابیوں میں سے تھے۔

وفات

عبید بیٹے کی ولادت کے بعد زیادہ دیر تک زندہ نہ رہے۔ انھوں نے ہجرت نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کئی سال پہلے یثرب میں وفات پائی۔ نیاز فتح پوری اپنی کتاب صحابیات میں لکھتے ہیں کہ عبید نے جنگِ حنین میں شہادت پائی۔ طالب ہاشمی اس سلسلے میں لکھتے ہیں کہ یہ بالکل غلط ہے کیونکہ تمام کتبِ سِیَر سے عبید کا ہجرتِ مدینہ سے قبل وفات پانا ثابت ہے۔ اختلاف کی گنجائش اگر کسی بات میں ہے تو وہ یہ ہے کہ وفات کے وقت عبید مکہ میں تھے یا یثرب میں۔

****

حضرت ایمنؓ بن عبید رضی اللہ عنہ

نام و نسب

یہ حضرت ام ایمنؓ کے پہلے شوہر حضرت عبیدؓ حبشی کے اکلوتے بیٹے ہیں۔ ان کا نسب یوں ہے۔ ایمن ابن عبید بن عمرو بن بلال بن ابی الجربا بن قیس بن مالک بن سالم بن غنم بن عوف بن خزرج۔

برکہؓ سے عبید حبشی کے صرف اکلوتے بیٹے ایمن پیدا ہوئے۔ یہ بھی حبشی تھے۔ عرب کے رواج کے مطابق اب برکہ ام ایمنؓ کہلانے لگیں۔

والد کی وفات

حضرت ایمن کی پیدائش کے بعد جلد ہی عبید فوت ہو گئے تو حضرت ام ایمن مدینہ سے مکہ واپس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایمن کے ساتھ پہنچ گئیں۔

حضرت امّ ایمنؓ کا نکاح

حضرت ام ایمن کے مکہ پہنچنے کے بعد ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ میں اعلان کیا کہ اگر کوئی شخص جنت کی کسی عورت سے شادی کرنا چاہے تو وہ ام ایمن سے نکاح کرے۔ اس ارشاد پر حضرت زیدؓ بن حارثہ نے ان سے نکاح کر لیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا شرف

ابنِ اسحاق کے مطابق حضرت ایمن کے ذمہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت تھی۔ یہ ضرورت کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پانی پیش کیا کرتے تھے۔ حضرت ایمنؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خدمت گاروں میں سے تھے۔

حضرت ایمنؓ کے اشعار

ابنِ اثیر نے ان کے دو اشعار بھی لکھے ہیں۔ جن میں انھوں نے حضرت عباس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ شعر یہ ہیں:

نصرنا رسول اللہ فی اللین سبعہ
و قد فرمن قد فرعنہ فاقشعو
و ثاننا لاقی العمال بنفہ
بماسہ فی اللین لا یتو جع

راویٔ حدیث

حضرت ایمن بن عبید سے ایک حدیث بھی مروی ہے۔ ایمنؓ سے مجاہد اور عطا نے روایت کی ہے کہ حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک ڈھال سے کم قیمت چیز چرانے والے چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم نہیں دیا۔ ایک ڈھال کی قیمت اس زمانے میں ایک دینار تھی۔ یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ مجاہد اور عطا نے ایمنؓ سے ملاقات نہیں کی۔

حضرت ایمنؓ کی شہادت

طالب ہاشمی لکھتے ہیں کہ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت امِ ایمنؓ کے بیٹے ایمنؓ بھی غزوۂ خیبر میں شریک ہوئے اور بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے لیکن

اکثر کتبِ سِیَر میں شہدائے خیبر کی فہرست میں حضرت ایمنؓ کا نام نہیں ملتا البتہ ابنِ اسحاق نے انہیں شہدائے حنین میں شمار کیا ہے اور لکھا ہے کہ وہ ان آٹھ صحابہ میں سے تھے جو غزوۂ حنین میں شروع سے آخر تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ جمے رہے اور ان آٹھ میں سے صرف ایمن شہید ہوئے۔ خالد محمود خالد اپنی کتاب "حیاتِ رسولؐ کے دس دن" میں لکھتے ہیں کہ اس دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آس پاس حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عباسؓ، حضرت علیؓ، حضرت اسامہؓ بن زید، حضرت ابوسفیان بن حارث اور ان کا بیٹا، فضل بن عباس، اور ان کے بھائی قثمؓ ربیع بن حارث اور ایمنؓ بن عبید کے سوا کوئی بھی باقی نہ رہا تھا۔ صرف ان دس گیارہ صحابہ کے درمیان حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تنہا تھے۔

حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب نے اپنے قصیدہ میں ان کی اس روز کی بہادری اور دلیری کی تعریف کی ہے۔

حضرت ایمنؓ کی اولاد

ابنِ اثیر حضرت ایمنؓ کے ایک بیٹے حجاج کا ذکر کرتے ہیں۔ حضرت امِ ایمن نے ایمنؓ کی شہادت پر نہایت صبر و ضبط سے کام لیا اور ایمنؓ کے بیٹے حجاج کو اپنے سایۂ عاطفت میں لے لیا۔ یہی حجاج بڑے ہوئے تو فضلائے مدینہ میں ان کا شمار ہوا۔ ان سے چند احادیث بھی مروی ہیں۔

حرملہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ حجاج بن ایمن جن کے باپ ایمن حضرت اسامہ بن زید کے علاتی بھائی تھے اور ابھی کمسن ہی تھے، مسجد میں آئے اور بچوں کی طرح ادھ کچری نماز پڑھنی شروع کر دی۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا "نماز لوٹاؤ"۔ پھر جب وہ واپس چلے گئے تو انھوں نے پوچھا "یہ کون تھے"؟ حرملہ نے کہا یہ حجاج بن ایمن بن ام ایمن

ہیں۔ حضرت ابنِ عمر بولے "اگر ان کو رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دیکھتے تو ضرور ان سے محبت کرتے۔"

"شرف النبیؐ" میں لکھا ہے کہ حضرت امِ ایمنؓ کے ایک بیٹے کا نام خیبر بھی تھا۔

ایمن کی خصوصیات

ان کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ حضرت امِ ایمنؓ کے بیٹے ہیں۔ جنہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی ماں کہا۔ ایک فضیلت یہ ہے کہ ان کے بھائی اسامہ بن زید سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خدمت گاروں میں سے تھے۔ انھوں نے اپنی جان پیغمبرِ اسلام حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حفاظت کرتے ہوئے قربان کی۔

****

حضرت اُسامہؓ بن زید رضی اللہ عنہ

نام و نسب

حضرت اسامہؓ بن زید کا نسب نامہ یہ ہے۔ اسامہ ابنِ زید بن حارثہ بن شراحیل بن حارثہ بن شراحیل بن کعب بن عبدالعزیٰ بن زید بن امرء القیس بن عامر

بن نعمان بن عامر بن عبدود بن عوف بن کنانہ بن بکر بن عوف بن عذرہ بن زید لات بن رفیدہ بن ثور بن کلب ابن وبرہ کلبی۔ ابنِ مندہ اور ابونعیم نے ان کے نسب میں ابن رفیدہ بن لؤی بن کلب کا ذکر کیا ہے۔ یہ غلط ہے۔ وہ ثور بن کلب ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں۔

ان کا نام اسامہؓ کنیت ابو محمد اور لقب "حِبُّ رسول اللہ" (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) یعنی محبوبِ رسولؐ تھا۔ والد کا نام زید بن حارثہؓ تھا۔

اسامہؓ کی پرورش

حضرت اسامہؓ نے سید الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دامنِ رحمت میں پرورش پائی۔ کسی نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خوشخبری سنائی کہ امِ ایمنؓ کے گھر اللہ نے بیٹا عطا کیا ہے۔ یہ خبر سن کر آپؐ کے رُوئے انور پر بے انتہا خوشی کے آثار دکھائی دینے لگے۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ یہ خوش بخت نومولود کون ہے جس کی ولادت سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس قدر خوشی ہوئی۔ یہ نومولود اسامہؓ بن زید تھے۔ صحابۂ کرامؓ میں سے کسی کو بھی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس بے انتہا خوشی پر تعجب نہ ہوا کیونکہ سبھی اس نومولود کے والدین سے حضور علیہ السلام کے ساتھ قریبی تعلق کو جانتے تھے۔ ان کے والد حضرت زید بن حارثہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنا بیٹا قرار دیا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت گار

حضرت اسامہؓ بن زید حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کاشانۂ اقدس میں اکثر آتے جاتے تھے۔ اکثر سفر میں بھی ساتھ ہوتے تھے۔ اس لیے خدمتِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا بہت زیادہ موقع ملا۔ اکثر وضو کرانے کی خدمت بھی آپ ہی بجالایا کرتے تھے۔

فضائل

حضرت اسامہؓ بن زید سے روایت ہے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) مجھے پکڑتے اور اپنی دائیں ران پر بٹھاتے اور حضرت حسن بن علیؓ کو پکڑتے اور اپنی بائیں ران پر بٹھاتے ۔ پھر ہم دونوں کو ملا کر آپؐ دعا فرماتے ۔ اے میرے اللہ! میں ان دونوں پر رحم کرتا ہوں' پس تو بھی ان پر رحم فرما۔ ایک دوسری روایت میں یہ ہے۔ اے اللہ! میں ان دونوں کو دوست رکھتا ہوں تو بھی ان کو دوست رکھ۔

حضرت اسامہؓ بن زید حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کھلائی اور پرورش کرنے والی برکہ یعنی ام ایمنؓ کے بیٹے تھے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے بے حد محبت کرتے تھے۔

اسامہؓ کا اثر و رسوخ

بارگاہِ مصطفوی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں حضرت اسامہؓ کے اثر و رسوخ کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب کسی کو کوئی ایسی سفارش کرنی ہوتی کہ جس سے ام المؤمنین حضرت عائشہؓ صدیقہ بھی جھجکیں' اور وہ بات حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کرنی ہوتی تو حضرت اسامہؓ کے سپرد کی جاتی۔

سُنّت کے پابند ،

حضرت اسامہؓ سنت کی پابندی شدت سے کرتے تھے۔ آخر عمر میں ان کے قوٰی مضمحل ہو گئے تھے اور وہ جسمانی ریاضت برداشت نہیں کر سکتے تھے' اس وقت بھی وہ مسنون روزے التزام سے رکھتے تھے۔ حضرت اسامہؓ کے غلام سے مروی ہے کہ حضرت اسامہؓ بن زید دوشنبہ اور پنجشنبہ کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ سفر میں بھی روزہ رکھتے ہیں حالانکہ آپ بہت بوڑھے ہو چکے ہیں۔ حضرت

اسامہؓ نے کہا "میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے کہ دوشنبہ اور پنجشنبہ کو روزہ رکھتے تھے اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے فرمایا کہ اعمال دوشنبہ اور پنجشنبہ کو پیش کیے جاتے ہیں۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اسامہؓ سے محبت

حضرت اسامہؓ بن زید کا رنگ سیاہ اور ناک چپٹی تھی۔ بظاہر وہ خوبصورتی کی ضد تھے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان سے بہت محبت کرتے تھے۔ حضرت اسامہؓ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بہت محبت کرتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے وقت حضرت اسامہؓ بن زید کی آہ و بُکا کی انتہا تھی۔ سب صحابہؓ کرام نے انھیں تسلی دینا چاہی مگر وہ روتے ہوئے بولے۔ آؤ میرے ساتھ' میں تمھیں بتاؤں کہ میرے غم کا مداوا کوئی نہیں۔ یہ کہہ کر صحابہ کو اپنے حجرے میں لے گئے۔ ایک بنڈل کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے۔ یہ مجھ غلام زادے کا بستر ہے مگر میں نے کبھی اس کو اپنے ہاتھ سے بچھایا اور نہ اپنے ہاتھ سے اٹھایا۔ جب بھی میرے سونے کا وقت ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے دستِ مبارک سے میرا بستر بچھاتے اور جب میں لیٹ جاتا تو میرا سر سہلایا کرتے۔ یہاں تک کہ میں سو جاتا۔ جب صبح اٹھتا اور رفعِ حاجت کے لیے جاتا تو مڑ مڑ کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ان پیاری اداؤں کو دیکھتا کہ جس محبت سے وہ میرا بستر تہہ کر کے رکھتے۔ اب میرا بستر کون بچھائے گا۔ اب کون میرا سر سہلائے گا اور کون میرا بستر لپیٹے گا۔ خدا کی قسم! اب میں اس بستر کو کبھی نہ کھولوں گا کیونکہ یہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مقدس ہاتھوں کا لپٹا ہوا ہے۔

ایک دن اسامہؓ دروازے کی چوکھٹ سے ٹھوکر کھا کر گر پڑے۔ پیشانی پر چوٹ لگی اور خون بہنے لگا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عائشہ سے فرمایا۔

"عائشہ! ذرا اس بے چارے کا خون پونچھ دو"۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ مجھے کچھ ناگواری محسوس ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میری ناگواری کو سمجھ گئے۔ آپؐ نے خود کھڑے ہو کر اسامہ کو زمین سے اٹھایا۔ ان کا زخم صاف کر کے وہاں اپنا لعابِ دہن لگایا اور پھر فرمایا:

"مجھے اسامہؓ سے اس قدر محبت ہے کہ اگر یہ لڑکی ہوتا تو میں اسے بہت عمدہ کپڑے اور زیور پہناتا کہ اس کا چرچا ہوتا اور ہر جگہ سے پیام آتے"۔

اسی محبت کا اثر تھا کہ اگر کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس کوئی عمدہ چیز آتی تو آپ بالعموم اسے اسامہؓ کو مرحمت فرما دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ یزن نامی ایک مشرک شخص نے حکیم بن حزام کی معرفت ایک بیش قیمت حلّہ آپ کی خدمت میں بطورِ ہدیہ پیش کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک مشرک سے ہدیہ قبول کرنا گوارا نہ فرمایا لیکن چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کسی کا دل بھی نہ توڑنا چاہتے تھے، اس لیے آپ نے اسے پچاس دینار میں خرید لیا اور ایک مرتبہ پہن کر اسامہؓ کو دے دیا۔

دحیہ کلبی نے ایک مرتبہ کتان کا کپڑا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بطورِ ہدیہ پیش کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وہ بھی اسامہؓ کو مرحمت فرما دیا۔

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

"اسامہ کا باپ زید بن حارثہ مجھ کو سب سے زیادہ محبوب تھا اور اب یہ سب سے عزیز ہے"۔

زینب بنتِ طلحہ سے ان کی شادی خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کرائی تھی لیکن انھوں نے کسی وجہ سے انھیں طلاق دے دی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا:

"جو شخص اپنی شادی اسامہؓ سے کر دے گا، میں اس کا سمدھی بنوں گا"۔

یہ فرما کر آپ نے نعیم بن عبداللہ النحام کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا۔ نعیم حضور صلی

اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مطلب سمجھ گئے اور کھڑے ہو کر عرض کیا:

"یا رسولَ اللہ (صلی اللہ علیکَ وسلم)! کیا آپ کا اشارہ میری طرف ہے؟"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اثبات میں جواب دیا۔ چنانچہ انھوں نے بڑی خوشی سے اپنی بیٹی کی شادی اسامہؓ سے کر دی۔

اسامہؓ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت

حضرت اسامہؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوشنودی اس قدر عزیز تھی کہ جب حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کے درمیان جنگیں ہوئیں تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ آپ میرے ساتھ مل کر جنگ میں حصہ لیں۔ حضرت اسامہؓ نے معذوری ظاہر کرتے ہوئے کہا، اگر آپ شیر کی ڈاڑھ میں گھستے تو میں آپ کے ساتھ بخوشی گھس جاتا مگر اس موقع پر کہ دونوں جانب مسلمان ہیں، میں کسی فریق کے ساتھ مل کر مسلمانوں کا خون نہیں بہانا چاہتا کیونکہ آپ کو خوب معلوم ہے کہ جب ایک بار میں نے کلمہ کہنے والے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھ پر کتنی خفگی کا اظہار فرمایا تھا۔ اب میں دوبارہ وہی کام کیسے کر سکتا ہوں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حجۃ الوداع میں طوافِ زیارت کو اس لیے موخر کر دیا کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کسی حاجت کی وجہ سے کہیں چلے گئے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب حضرت اسامہؓ واپس لوٹے اور لوگوں نے دیکھا کہ چپٹی ناک والا اور کالے رنگ کا ایک لڑکا ہے تو یمن کے کچھ لوگوں نے حقارت کے انداز میں یہ کہا کہ کیا اسی چپٹی ناک والے کالے لڑکے کی وجہ سے آج ہم لوگوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے طوافِ زیارت سے روک رکھا تھا؟ اس طرح ان یمن والوں نے حضرت اسامہؓ کی بے ادبی کی۔ حضرت عروہ بن زبیر فرمایا کرتے تھے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی اس بے ادبی کرنے والے لوگ کافر و مرتد ہو گئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فوجوں نے ان لوگوں سے جہاد کیا تو کچھ ان میں سے توبہ کر

کے مسلمان ہو گئے اور کچھ قتل ہو گئے۔

پہلی مہم

حضرت اسامہؓ بن زید پندرہ سال کی عمر میں ۷ ہجری میں جہنیہ کی طرف ایک مہم پر گئے تھے۔ جہنیہ کی اس مہم کی قیادت حضرت اسامہؓ کے سپرد تھی۔

حیاتِ طیبہ کے آخری جرنیل

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی حیاتِ طیبہ میں جو آخری مہم بھیجی، وہ اسامہؓ بن زید کی مہم تھی۔ حضرت اسامہؓ کی کم عمری اور ایک بڑے لشکر کی سرداری پر کئی صحابہ کو اعتراض تھا۔ ان کی عمر کے بارے میں ابنِ سعد کہتے ہیں کہ بیس سال تھی اور ابنِ ابی خیثمہ کی روایت کے مطابق اٹھارہ سال عمر تھی۔

حیاتِ طیبہ کے آخری جرنیل کو ہدایت

حضرت زیدؓ بن حارثہ کو حدودِ شام کے عربوں نے شہید کر ڈالا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان سے قصاص لینا چاہتے تھے۔ آغازِ علالت سے ایک روز پہلے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے اسامہ بن زید کو مامور کیا کہ وہ فوج لے کر جائیں اور ان سے اپنے باپ کا انتقام لیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت اسامہؓ بن زید کو اس مہم کا امیر مقرر کرنے کے بعد ہدایت فرمائی کہ پہلے انھیں اسلام کی طرف بلانا۔ اگر وہ اسلام کی طرف نہ آئیں تو جنگ کرنا۔

حیاتِ طیبہ کی آخری مہم کی وجہ

حضرت زید بن حارثہ غزوۂ موتہ میں شہید ہوئے۔ موتہ ملکِ شام میں بلقا کے مضافات میں واقع ہے۔ یہ مہم ہجرت کے آٹھویں سال جمادی الاول کے مہینے میں واقع

ہوئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حارث بن عمیر الازدی رضی اللہ عنہ کو ایک خط دے کر شاہِ بصری کی طرف روانہ کیا جب وہ موتہ کے مقام پر پہنچے تو شرحبیل بن عمرو الغسانی نے مقابلہ میں آ کر انھیں شہید کر دیا۔ اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سفیروں میں سے ان کے سوا اور کوئی آدمی قتل نہیں ہوا۔ حضور نبیٔ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو تین ہزار آدمیوں پر مامور فرمایا اور حکم دیا کہ اگر زید بن حارثہ مارا جائے تو تمھارا امیر جعفر بن ابی طالب ہو گا اور اگر وہ بھی مارا جائے تو تمھارا امیر عبداللہ بن رواحہ ہو گا اور اگر وہ بھی مارا جائے تو مسلمان اپنے آدمیوں میں سے ایک کو امیر بنا لیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے لیے سفید عَلَم تیار کرایا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا اور حکم دیا کہ حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ کی قتل گاہ پہنچو تو وہاں ان لوگوں کو اسلام کی طرف بلاؤ۔ اگر وہ مان جائیں تو فبہا، ورنہ خدا سے مدد مانگو اور ان سے جہاد کرو۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ثنیۃ الوداع تک ان کی مشایعت فرمائی۔ جب سپاہ روانہ ہوئی تو مسلمانوں نے ان کے لیے دعا کی کہ اللہ مصیبت کو تم سے دفع کرے اور تم سالم غانما واپس آؤ۔ جب اسلامی لشکر مدینے سے روانہ ہوا تو دشمن کو روانگی کا علم ہو گیا اور وہ مسلمانوں کے مقابلے کے لیے جمع ہوئے اور شرحبیل بن عمرو بھی مقابلہ کے لیے آمادہ ہو گیا اور اس نے ایک لاکھ سے زیادہ فوج جمع کر لی اور جاسوسوں کو لشکر کے آگے آگے روانہ کیا۔ اسلامی لشکر معان کے مقام پر اترا ہوا تھا۔ انھیں دشمن کی کثیر تعداد اور ان کے اجتماع کا پتا چل گیا تھا۔ نیز یہ خبر موصول ہوئی کہ ہرقل ایک لاکھ سپاہ کے ساتھ بلقا کے مقام پر پڑاؤ کیے ہوئے ہے۔ مسلمان دو دن ٹھہرے رہے تاکہ اس معاملے کے بارے میں سوچ بچار کر سکیں۔ انھوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو لکھ کر صورتِ حال کے بارے میں اطلاع دیں مگر حضرت عبداللہ بن

رواحہؓ نے انہیں آگے بڑھنے کی ہمت دلائی۔ چنانچہ وہ موتہ کی طرف چل دیئے۔

روم میں مسلمان غزوۂ موتہ کے موقع پر لڑے اور اس موقع پر تین جلیل القدر صحابہ حضرت زید بن حارثہؓ، حضرت جعفرؓ بن ابی طالب اور عبداللہؓ بن رواحہ یکے بعد دیگرے لشکر کے سردار بنے اور شہید ہوئے۔ ان کے بعد فوج کی کمان حضرت خالدؓ نے سنبھالی اور مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔

جب اس جگہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے لشکر کشی کا ارادہ کیا تو اسامہ بن زید کو سپہ سالار مقرر فرمایا۔ وہ اس وقت بیس سالہ نوجوان تھے اور ان کے جھنڈے کے نیچے حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، وغیرہ جیسے بزرگ مہاجرین و انصار تھے اور یہ وہ لوگ تھے جو قدیم الاسلام تھے اور اسلام کی خاطر آزمائشوں سے گزرے تھے اور عمر اور مرتبے کے لحاظ سے اسامہؓ سے برتر تھے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ لوگوں کے درمیان مرتبے، عمر اور فضیلت کے فرق کو مٹانے کے لیے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی یہ بہترین سنت ہے۔

حیاتِ طیبہ کے آخری جرنیل کی نامزدگی

مفتی عزیز الرحمٰن کے مطابق ۲۶ صفر ۱۱ ہجری روزِ دو شنبہ کو آپ نے روم کی جانب لشکر کی تیاری کا حکم دیا اور دوسرے دن اسامہؓ بن زید کو طلب فرمایا اور فرمایا کہ ہم نے تم کو لشکر پر امیر مقرر کیا۔ جاؤ اپنے والد کی شہادت گاہ کی طرف اور وہاں جہاد کرو اور اللہ تعالیٰ جب تمھیں وہاں کامیابی دے تو کچھ وقت قیام کرنا اور جاسوسوں کو ادھر روانہ کرو۔ ۲۸ صفر ۱۱ ہجری کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طبیعت ناساز ہوئی لیکن اس کے باوجود آپؐ نے جھنڈا بنایا اور فرمایا "اللہ کا نام لے کر اللہ کی راہ میں لڑو اور کافروں کو قتل کرو"۔

جھنڈا لے کر حضرت اسامہؓ بن زید رخصت ہوئے اور بریدہ بن حصیب کو دیا تاکہ لشکر گاہ میں لے جائیں اور مقام "جرف" میں پڑاؤ ڈالا۔ اس لشکر میں حضرت

ابوبکر صدیق، حضرت عمرؓ، حضرت عثمان، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابوعبیدہ، حضرت قتادہ اور حضرت سلمہ بن اسلم وغیرہ حضرات (رضی اللہ عنھم) مامور تھے۔ اس وجہ سے کہ حضرت اسامہؓ اس لشکر کے امیر تھے۔

جرنیل کی کم سنی پر اعتراض

بعض دلیرانِ اسلام نے اس پر اعتراض کیا کہ اکیس سالہ نوجوان کیا لشکرِ اسلام کی سپہ سالاری کرے گا مگر حضور حبیبِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی وجہ سے کوئی شخص آپؐ کے سامنے کچھ نہ کہہ سکا۔ آپؐ کو اس بات کی اطلاع ملی تو مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ میں نے اسامہ کو اس لیے انتخاب کیا ہے کہ وہ زیدؓ کا فرزند ہونے کے علاوہ ایک شجاع و عاقل نوجوان ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ سیادت کے فرائض انجام دے سکے گا۔ رحلتِ پیغمبرؐ کی وجہ سے اسامہؓ اپنے لشکر کو نہ لے جا سکے مگر جب حضرت ابوبکرؓ خلیفہ بن گئے تو انھوں نے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے عزم کی تائید کی اور حضرت اسامہؓ کو پھر سپہ سالاری پر متعین کر کے لشکر اسلام کو شام کی طرف روانہ کر دیا۔ حضرت اسامہؓ لشکر لے گئے اور فتح یاب ہوئے۔

مہم اسامہؓ

حضرت اسامہؓ بیس رات میں اہل ابنی پر پہنچے اور یکدم ہلہ بول دیا۔ جو بھی سامنے آیا، قتل کر دیا گیا۔ جس پر قابو چلا اسے گرفتار کر لیا۔ کشتیوں کو آگ لگا دی۔ آپ اپنے والدِ بزرگوار کے گھوڑے سبحہ پر سوار تھے۔ اس جنگ میں آپ نے اپنے والد کے قاتل کو بھی جہنم واصل کیا۔ جو مالِ غنیمت ہاتھ لگا، لے کر اسی شام مراجعت کا حکم دیا۔ جب وادی القریٰ پہنچے تو مژدۂ فتح سنانے کے لیے حضرت بشیر رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ روانہ کیا۔ یہ خوشخبری سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے اور حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی واپسی پر مہاجرین و انصار کے

ہمراہ آپ کے استقبال کو نکلے۔ اسلامی لشکر کے آگے حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ پرچم لہرا رہے تھے۔ ان کے پیچھے امیر لشکر اپنے والد کے گھوڑے پر سوار تھے۔

ثابت ہوا کہ حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا ان پر اعتماد کرنا بلاوجہ نہ تھا۔ اسامہؓ کی فتح شام نے اہلِ اسلام پر شام کی فتوحات کے دروازے کھول دیے حتیٰ کہ عہدِ فاروقی میں سارے شام پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

وفات

اسامہؓ بن زید حضرت معاویہ کے زمانۂ امارت ۵۴ھ میں تقریباً ساٹھ برس کی عمر میں فوت ہوئے۔

اولاد

اسامہؓ نے مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کیں جن سے کثرت سے اولاد ہوئی تاہم ابنِ سعد کے مطابق ان کے لڑکوں اور لڑکیوں کی تعداد کسی زمانہ میں بیس سے زیادہ نہیں ہوئی۔

حضرت اسامہؓ کی اولاد کے بارے میں مندرجہ ذیل نام کتبِ سِیَر میں ملتے ہیں۔
(۱) حسن (۲) حسین (۳) ابراہیم (۴) جبیر (۵) محمد (۶) خارجہ (۷) عائشہ (۸) ہندہ

حضرت اسامہؓ کی اولاد اور صحابہؓ

چونکہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ کو محبوب و عزیز رکھتے تھے، اس لیے صحابۂ کرام بھی آپ کی بڑی عزت کرتے تھے۔ صرف یہی نہیں بلکہ آپ کی اولاد کا بھی احترام کرتے تھے۔ ایک دن ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو مسجد کے گوشے میں دیکھا تو انھوں نے لوگوں سے فرمایا۔
"دیکھیں یہ کون ہے؟"

ان لوگوں میں سے کسی نے جواب دیا۔
"اے ابو عبدالرحمٰن! تم ان کو نہیں پہچانتے۔ یہ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے محمد ہیں"۔
انھوں نے یہ سنا تو سر جھکا لیا اور کہا۔
"اگر ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کو دیکھتے تو محبوب رکھتے"۔

بیویاں

حضرت اسامہؓ نے متعدد شادیاں کیں۔ ان کی بیویوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔
(۱) زینب بنتِ طلحہ (۲) بنتِ نعیم (۳) درہ بنتِ عدی (۴) فاطمہ بنتِ قیس (۵) ام حکم بنتِ عتبہ (۶) بنتِ ابی ہمدان سہمی (۷) برزہ بنتِ ربعی

حضرت اسامہؓ اور حضرت عمرؓ

خلیفۂ دوم حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ نے آپ کا وظیفہ پانچ ہزار درہم مقرر فرمایا اور اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وظیفہ اڑھائی ہزار مقرر کیا۔ انھوں نے دریافت کیا تو ارشاد فرمایا۔
"آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو زید بن حارثہ اور ان کا بیٹا اسامہؓ تمہارے والد سے زیادہ عزیز تھے"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آخری ملاقات

یک شنبہ کو حضرت اسامہؓ جرف سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عیادت کے لیے آئے تو اس وقت حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طبیعت زیادہ ناساز تھی۔ اسامہؓ نے جھک کر آپؐ کو بوسہ دیا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

نے آنکھیں کھول کر اسامہؓ کی طرف دیکھا اور اپنے مبارک ہاتھ آسمان کی اٹھائے اور پھر اپنا دستِ مبارک حضرت اسامہؓ پر رکھ دیا۔ حضرت اسامہؓ کہتے ہیں کہ میں سمجھ گیا کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میرے لیے دعا فرما رہے ہیں۔ اس کے بعد اسامہؓ اپنے لشکر کی طرف گئے اور دوسرے دن دو شنبہ ۱۲ ربیع الاول کو پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت دیکھنے آئے۔

****

حضرت روبجل حبشی رضی اللہ عنہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صفرالمظفر ۸ ہجری میں حضرت غالب بن عبداللہ لیثیؓ کو بنی الملوح کی طرف بنی کلب بن عوف کے ساتھ بھیجا اور حکم دیا کہ وہ سب مل کر ان پر حملہ کریں۔ جو بنی لیث میں سے تھے، وہ سب ساٹھ سوار تھے۔ اس لشکر میں روبجل حبشی بھی شامل تھے۔

حسبِ ارشاد وہ سب روانہ ہوئے۔ جب قدید کے مقام پر پہنچے تو وہاں حارث بن البرصا اللیثی ملا۔ مسلمانوں نے اسے پکڑ لیا۔ وہ بولا "میں تو صرف اسلام قبول کرنے کے ارادے سے آیا ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالیہ میں حاضر ہونے کے لیے نکلا ہوں"۔ مسلمانوں نے کہا "اگر تم مسلمان ہو تو ایک دن اور ایک رات میں ہمارا لشکر تمھارا کوئی نقصان نہ کرے گا اور اگر تم اس کے خلاف ہوئے تو ہم تمھاری نگرانی کریں گے۔" حضرت غالب نے یہ کہا اور انھیں رسّی سے باندھ کر روبجل حبشیؓ کے سپرد کر دیا اور ان سے کہا "اگر یہ شخص تم سے جھگڑا کرے تو اس کا سر اڑا دینا۔" اور انھیں وہیں چھوڑ کر منزل کی طرف چل پڑے۔

غروبِ آفتاب کے وقت مسلمانوں کا چھوٹا سا لشکر الکدید پہنچا اور وادی کے

کنارے چھپ گیا۔ حضرت جندب بن مکیث الجہنی کو مخبری کے لیے روانہ کیا۔ وہ ایک بلند ٹیلے پر چلے گئے اور ایک چوٹی پر کروٹ کے بل لیٹ گئے اور قبیلہ کی نقل و حرکت کا جائزہ لینے لگے۔ تھوڑی دیر بعد ایک شخص اپنے خیمے سے نکلا اور اپنی عورت سے مخاطب ہو کر بولا۔ "میں اس پہاڑ پر ایسی سیاہی دیکھتا ہوں جو اس سے قبل مجھے کبھی دکھائی نہیں دی۔ اپنے برتنوں کو دیکھ کہیں کوئی جانور تیرے کسی برتن کو گھسیٹ کر اوپر نہ لے گئے ہوں"۔ عورت نے دیکھ بھالا اور بولی "میرا کوئی برتن چوری نہیں ہوا"۔ اب انھوں نے یکے بعد دیگرے دو تیر حضرت جندب کی طرف پھینکے جو انھیں لگے لیکن کیا مجال کہ انھوں نے ذرا برابر بھی اپنی جگہ سے جنبش کی ہو۔ پھر اس شخص نے کہا "اگر کوئی مخبر ہوتا تو یقیناً اپنی جگہ سے حرکت کرتا۔ میرے دونوں تیر ٹیلے میں گھس گئے ہیں۔ صبح جا کر لے آنا۔" اور خیمے کے اندر چلا گیا۔

رات بڑھ جانے کے بعد مسلمانوں نے ان پر یکدم حملہ کر دیا۔ لوگ افراتفری میں بھاگے۔ مسلمانوں نے ان کے جانوروں کو مالِ غنیمت بنایا اور واپس چل پڑے۔ راستے میں اس جگہ پہنچے جہاں وہ روبجل حبشی کو چھوڑ آئے تھے۔ وہ اب بھی وہیں موجود تھے۔ ان کے ہمراہ حارث بن البرصا لیثی بھی تھا۔ حضرت غالب نے انھیں ساتھ لیا اور واپس چل پڑے۔

ادھر بنو الملوح کے تمام قبائل نے جمع ہو کر ایک بڑا لشکر بنا لیا اور مسلمانوں کے تعاقب میں چل پڑے۔ راستے میں ایک نالہ تھا جو بالکل خشک پڑا تھا۔ مسلمان اس کے پار اتر گئے۔ اسی اثنا میں بنوالملوح کے لوگ ظاہر ہوئے۔ صاف نظر آ رہا تھا کہ وہ لوگ زیادہ ہیں اور لڑائی کی صورت میں وہ مسلمانوں کو گرفتار کر لیں گے۔ جب کفار نالے کے پاس پہنچے تو اچانک اللہ تعالیٰ نے سیلاب بھیج دیا اور نالہ پانی سے بھر گیا۔ حالانکہ نہ بارش ہوئی تھی اور نہ آسمان پر بادل کا نام و نشان تھا۔ تیز بہاؤ کی وجہ سے کفار اس نالے کو پار نہ کر سکے اور مسلمان اطمینان و سکون کے ساتھ واپس آ گئے۔

اس طرح یہ ثابت ہوا کہ سریہ میفہ میں روبل حبشی شامل تھے۔

****

حضرت زید رضی اللہ عنہ بن بولی

زید نام' ابویسار کنیت۔ حبشی تھے اور رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انھیں غزوۂ ثعلبہ میں پایا تھا اور آزاد کر دیا تھا۔

ابوموسیٰ نے ابنِ مندہ پر استدراک کے لیے ان کا ذکر کیا ہے حالانکہ ان کا ذکر ابنِ مندہ کی کتاب میں موجود ہے۔ ابنِ مندہ نے صرف ان کا نسب چھوڑ دیا ہے اور ابوعمر نے بھی ان کا نسب بیان نہیں کیا۔ صرف ابونعیم نے ان کا نسب ذکر کیا ہے اور ابونعیم کی تتبع میں ابوموسیٰ نے بھی ذکر کر دیا ہے۔

بلالؓ بن یسار بن زید نے اپنے والد سے انھوں نے اپنے دادا زید سے جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے غلام تھے' روایت کی ہے۔ انھوں نے کہا میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ کہے' اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اگرچہ وہ جہاد سے بھی بھاگا ہو۔

****

حضرت نابل الحبشی رضی اللہ عنہ

ابو احمد کہتے ہیں کہ حضرت نابلؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحبت

نصیب ہوئی۔ ان کے بیٹے کا نام ایمنؓ تھا۔ ابنِ اثیر لکھتے ہیں کہ محمد ابنِ سیرین نے ایمن بن نابل المکی نے اپنے والد سے روایت کی کہ ایک بدو نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں دو اونٹنیاں تحفے کے طور پر پیش کیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے انھیں واپس کرنا چاہا مگر وہ رضامند نہ ہوا۔ تب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تہیہ کر رکھا ہے کہ میں سوائے قریش' انصار اور بنو ثقیف کے کسی اور سے ہدیہ قبول نہیں کرنا۔ ایک جماعت نے بکار سے روایت کی ہے۔ ابوموسیٰ نے بھی اس کی تخریج کی ہے۔

****

حضرت شقران صالح حبشی رضی اللہ عنہ

نام و نسب

''غلامانِ محمدؐ'' میں لکھا ہے کہ ان کا نام صالح' لقب شقران اور والد کا نام عدی تھا۔ ابنِ قتیبہ لکھتے ہیں کہ ان کا نام صالح تھا۔ مشہور ہے کہ ان کے باپ انھیں عدی کہا کرتے تھے۔ ان کے قصہ میں اختلاف کیا گیا ہے۔ حبشی نژاد تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے غلام تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام

بعضوں کا بیان ہے کہ وہ پہلے عبدالرحمٰن بن عوف کے مملوک تھے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان سے خرید کر انھیں آزادی عطا کی تھی۔

ابن قتیبہ لکھتے ہیں کہ مجھ سے زید بن اخزم نے کہا ہے' انھوں نے عبداللہ بن داؤد سے سنا تھا کہ ''شقران'' رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو میراثِ پدر

میں ملے تھے۔

محمد احمد پانی پتی اپنی کتاب "غلامانِ محمدؐ" میں حضرت شقرانؓ صالح حبشی ک
بارے میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ان کی عادات و اطوا
اس قدر پسند آئے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انھیں قیمت دے ک
خرید لیا لیکن بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے
انھیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بطورِ ہدیہ پیش کیا تھا۔ ابنِ اثیر لکھتے
ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انھیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے
خریدا تھا اور جنگِ بدر کے بعد ان کو آزاد کر دیا تھا۔ مولانا شاہ معین الدین لکھتے ہیں
کہ غزوۂ بدر میں اپنی ڈیوٹی صحیح طریقے سے نبھانے ان کی احتیاط و مستعدی سے خو
ہو کر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے انھیں آزاد کر دیا تھا۔

اہلِ صُفّہ میں شریک

حضرت جعفر صادق کے بیان کے مطابق حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
کے غلام شقرانؓ بھی اہلِ صفہ میں شامل ہیں۔

غزوۂ بدر میں شریک

عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب "مختصر سیرۃ الرسول" میں غزوۂ بدر میں شریک
تمام صحابہ کا ذکر کرتے ہیں اور ان صحابہ کے ذکر میں حضرت شقران صالح کے بار
میں لکھتے ہیں کہ بعض نے بدریوں میں ان کا ذکر کیا ہے۔

اموالِ غنیمت اور قیدیوں کے محافظ اور نگران

ہجرتِ مدینہ کے بعد جب کفار سے جنگیں شروع ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہٖ وسلم نے انھیں اموالِ غنیمت اور قیدیوں کی حفاظت و نگرانی کا کام سپر

فرمایا۔ چونکہ یہ غلام تھے اس لیے مالِ غنیمت میں تو ان کا حصہ نہیں لگایا جاتا تھا لیکن
جن لوگوں کے قیدیوں کی نگرانی کرتے تھے، وہ انھیں معاوضہ دیتے تھے۔ چنانچہ غزوۂ
بدر میں انھیں اس قدر مال بطورِ معاوضہ ملا کہ مالِ غنیمت میں حصہ پانے والوں میں
سے کسی شخص کو بھی اتنا مال نہ ملا تھا۔

غزوۂ مریسیع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انھیں شکست خوردہ
لشکر کے مال و اسباب، سامانِ جنگ، مویشیوں، عورتوں اور بچوں کو جمع کرنے کے کام
پر مقرر فرمایا اور انھوں نے بحسن و خوبی یہ خدمت سرانجام دی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو غزوۂ مریسیع میں اموالِ غنیمت
کے جمع کرنے اور بدر میں قیدیوں کی دیکھ بھال کرنے پر متعین کیا تھا۔ انھوں نے
قیدیوں کی نگرانی اس نرمی اور ملاطفت سے کی کہ ان سب قیدیوں نے ان کو اس قدر
معاوضہ دیا کہ مالِ غنیمت میں سے جن کو حصہ ملا تھا حضرت شقرانؓ صالح ان سب
سے اچھے رہے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حبشی غلام صالح شقرانؓ غزوۂ بدر
(رمضان ۲ ھ) میں خمس کے افسر تھے اور غزوہ مریسیع (شعبان ۵ ھ) میں اموالِ
غنیمت کے افسر تھے۔

راویٔ حدیث

حضرت شقران سے بعض احادیث بھی مروی ہیں۔ عبیداللہ بن ابی رافع نے
ان سے روایت کی ہے۔

عبداللہ بن احمد بن حنبل نے اپنے والد سے سنا، انھوں نے اسود بن عامر
سے انھوں نے مسلم بن خالد سے انھوں نے عمرو بن یحییٰ مازنی سے انھوں نے اپنے
والد سے، انھوں نے شقرانؓ سے روایت کی ہے کہ میں نے (شقران نے) رسولِ خدا
صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا کہ آپ گدھے پر سوار خیبر کی طرف جا رہے تھے اور

اشارے سے نماز پڑھتے تھے۔

مختصر حالات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال کے بعد حضرت شقرانؓ کہاں رہے؟ اس میں اختلاف ہے۔ بغوی فرماتے ہیں کہ مدینہ میں قیام رہا اور بعضوں کا خیال ہے کہ بصرہ چلے گئے۔ ٹھیک سے معلوم نہ ہونے کی وجہ سے ان کی جائے وفات اور وقتِ وفات بھی معلوم نہیں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت شقران کی حسن خدمات سے اتنے خوش تھے کہ آپؐ نے وفات کے وقت خاص طور پر ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کی وصیت فرمائی تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری خدمت میں شریک

حضرت شقرانؓ کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ آپ اہل بیت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تجہیز و تکفین میں شریک تھے۔ جب حضور سرورِ کائنات (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا جسم مطہر زمین کے سپرد کیا گیا تو اس وقت حضرت شقرانؓ اس چادر کو تھامے ہوئے تھے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیب بدن تھی۔ یہ آخری خدمت تھی جو اس جاں نثار غلام نے اپنے شفیق آقا (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے لیے انجام دی۔

صحابہؓ بھی ان کا احترام کرتے تھے

صحابہ حضرت شقرانؓ کو عزت و احترام کی جن نظروں سے دیکھتے تھے، اس کا

اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ ان کے لڑکے عبدالرحمٰن کو حضرت عمرؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے پاس بھیجا اور انہیں ابوموسیٰ کے نام ایک خط بھی دیا جس میں لکھا تھا کہ تمھارے پاس عبدالرحمٰن بن شقران مولیٰ رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھیج رہا ہوں۔ شقرانؓ رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بہت محبوب تھے۔ تم بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تعلق کا لحاظ رکھتے ہوئے ان سے بہت عزت و احترام سے پیش آنا۔

وفات

ان کی اسی احتیاط و مستعدی سے خوش ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں آزاد کر دیا۔ آخری عمر میں کہاں رہے، اس بات میں اختلاف ہے کہ حضرت شقران صالح نے مدینہ میں سکونت اختیار کی یا بصرہ میں ٹھہرے کیونکہ ان کا ایک مکان بصرہ میں بھی تھا۔

اولاد

شقران کی نسل کے آخری شخص مدینہ میں بعدِ خلافتِ ہارون الرشید تھے۔ بصرہ میں ان کی نسل کا ایک شخص تھا۔ مصعب نے کہا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ انھوں نے کوئی اولاد چھوڑی تھی یا نہیں۔

****

حضرت برکہ حبشیہ رضی اللہ عنہا

یہ ایک حبشی لونڈی تھیں اور ام المؤمنین حضرت ام حبیبہؓ کے ساتھ حبشہ

سے آئی تھیں۔

****

حضرت ابو ثعلبہ حبشی رضی اللہ عنہ

طالب ہاشمی لکھتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی لختِ جگر حضرت فاطمہؓ زہراؓ کی ایک کنیز تھیں جن کا نام فضہؓ تھا۔ یہ حضرت فاطمہؓ سلام اللہ علیہا کے ساتھ گھر کا کام کاج کیا کرتی تھیں۔ علامہ طبری کا بیان ہے کہ حضرت فاطمہؓ کی وفات پر حضرت فضہؓ ان کے غسل میں بھی شریک تھیں اور جب سیدہ فاطمہؓ کا جنازہ اٹھنے لگا تو حضرت علیؓ نے بچوں کو آواز دے کر کہا۔ اے ام کلثومؓ' اے زینبؓ' اے فضہؓ' اے حسنؓ' اے حسینؓ آؤ اور اپنی ماں کا آخری دیدار کر لو کہ تمہاری اب ان سے جنت میں ہی ملاقات ہو گی۔ گویا حضرت علیؓ کے نزدیک حضرت فضہؓ ان کے گھر کے ایک فرد کی طرح تھیں۔ حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ نے حضرت فضہؓ کا نکاح ابو ثعلبہؓ حبشی سے کر دیا تھا۔ ان سے ایک لڑکا پیدا ہوا' ابو ثعلبہؓ کے انتقال کے بعد ان کا دوسرا نکاح ابو سلیک غطفانی سے ہوا۔ بعض کے مطابق حضرت فضہؓ کی ایک لڑکی اور پانچ لڑکے تھے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہؓ کرام میں حضرت ابو ثعلبہؓ حبشی کے بجائے حضرت ابو ثعلبہؓ خشنی کا تذکرہ ملتا ہے۔ ان کا تعلق بنو قضاعہ کی ایک شاخ خشین سے تھا۔ اسی نسبت سے انہیں خشنی کہا جاتا ہے۔ ازواج اور اولاد کے بارے میں کچھ معلومات نہیں ملتیں۔ صرف اتنا معلوم ہوا ہے کہ یہ لوگوں سے اکثر کہا کرتے تھے' مجھے امید ہے کہ خدا مجھے لوگوں کی طرح ایڑیاں رگڑا رگڑا کر دنیا سے نہیں اٹھائے گا۔ خدا تعالیٰ نے اپنے اس بندے کی دعا قبول کی اور ایک دن یہ نماز پڑھ

رہے تھے اور قریب ہی ان کی بیٹی سو رہی تھیں۔ بیٹی نے خواب میں دیکھا کہ اس کے والد فوت ہو گئے ہیں۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھیں اور باپ کو پکارا۔ جواب میں حضرت ابو ثعلبہؓ نے جواب دیا "بیٹی میں نماز پڑھ رہا ہوں"۔ تھوڑی دیر بعد بیٹی نے پھر آواز دی اور کوئی جواب نہ پا کر دیکھا تو یہ انتقال فرما چکے تھے۔

ان کے تذکرے سے یہ بات معلوم نہیں ہوتی کہ حضرت فضہؓ کے شوہر یہی تھے یا کوئی اور تھے۔

****

حضرت عامرؓ بن فہیرہ رضی اللہ عنہ

نام و نسب

ان کا نام عامر اور کنیت ابو عمرو تھی۔ حضرت عامر بن فہیرہؓ کے والد کا نام فہیرہ تھا اور یہ طفیل بن عبداللہ کے غلام تھے۔ طفیل بن عبداللہ حضرت عائشہؓ کے اخیافی بھائی اور ام رومانؓ کے بیٹے تھے اور قبیلہ ازد سے تعلق رکھتے تھے۔

ظاہری اور باطنی حسن

حضرت عامر بن فہیرہ صورتِ ظاہری کے لحاظ سے گو سیاہ فام حبشی تھے مگر ذاتی وجاہت کا یہ حال تھا کہ چونتیس سالہ زندگی کا زیادہ حصہ ستم پیشہ آقاؤں کی غلامی میں بسر ہوا لیکن فطری جوہرِ اخلاق ان ظاہر فریب آرائشوں کا محتاج نہیں۔ انھوں نے گوناگوں مسائل و مظالم کے مقابلے میں جس طرح استقلال اور استقامت کا اظہار فرمایا' وہ یقیناً ان کی دستارِ فضل کا خوش نما طرّہ ہے۔

عامرؓ کا قبولِ اسلام

اسلام قبول کرنے کے جرم میں دوسرے لوگوں اور غلاموں کی طرح حضرت عامر بن فہیرہؓ کو بھی شدید اذیتیں دی گئیں۔ بدن کو لوہے کی سلاخوں سے داغ دیا گیا۔ تپتی ہوئی ریت پر لوہے کی زرہیں پہنا کر لٹایا گیا۔ بدن پر بھاری بھاری پتھر رکھے گئے۔ غرض جو جو اذیتیں دی جا سکتی تھیں، کفار نے انھیں دیں مگر انھوں نے بڑی پامردی، استقلال اور جواں مردی کے ساتھ ان سب کا مقابلہ کیا اور اسلام کا دامن مضبوطی سے پکڑے رکھا۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق ایک نہائت نرم دل انسان تھے، ان سے غلاموں کی یہ حالت دیکھی نہ جاتی تھی اس لیے وہ ان مسلمان غلاموں کو کفار سے خرید کر آزاد کر دیا کرتے تھے۔ اسی طرح جب انھوں نے حضرت عامر بن فہیرہؓ کی یہ حالت دیکھی تو دیگر غلاموں کی طرح انھیں بھی خرید کر آزاد کر دیا۔ آزادی کے بعد شکم پروری کے لیے حضرت عامرؓ کو کام کی ضرورت تھی، اب کفار کے ماتحت کام کرنا انھیں پسند نہ تھا اور نہ ہی کفار ان سے کام لینا چاہتے تھے۔ اس لیے حضرت عامر بن فہیرہؓ حضرت ابوبکرؓ صدیق کی خدمت میں رہے اور ان کی بکریاں چَرانے کی خدمت اپنے ذمہ لے لی۔

بہت سے راوی جن میں سے ایک "ریاشی" ہیں، بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے سات اشخاص کو آزاد کیا تھا۔ ان سبھوں کو کفار اسلام قبول کرنے کی وجہ سے اذیت دیتے تھے۔ ان میں عامرؓ بن فہیرہ کے علاوہ حضرت بلالؓ، ام عنبسؓ، بنی عمرو بن موئل کی ایک لونڈی نہدیہ اور اس کی بیٹی بھی شامل ہیں۔

فضائل

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عامر بن فہیرہؓ کو نازک سے نازک موقع پر اپنا معتمد بنایا۔

حضرت عامر بن فہیرہ اخلاص فی الدین، زُہد و اتقا، شغفِ قرآن اور حُبِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے اعتبار سے ایک مثالی حیثیت رکھتے تھے۔ انوارِ رسالت

کی تجلیوں نے ان کے قلب و دماغ کو ایسا منور کیا تھا کہ خاصانِ خدا میں شامل ہو گئے تھے۔ رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے والہانہ محبت اور عقیدت تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے معمولی اشارے پر اپنی جان راہ حق میں قربان کرنے کے لیے تیار رہتے تھے۔

کاتبِ رسولؐ خدا (صلی اللہ علیہ وسلم)

کفارِ مکہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت ابوبکر کی تلاش کے لیے انعام رکھا۔ اس سلسلے میں سراقہ بن مالک جعشمی تلاش میں نکلا۔ اس نے آپؐ کو دیکھ لیا اور گھوڑا دوڑا کر قریب آگیا مگر اس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور گر پڑا۔ وہ دوبارہ گھوڑے پر سوار ہوا اور آگے بڑھا۔ اس بار گھوڑے کے پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے۔ وہ گھوڑے سے اتر پڑا۔ مکرر تجربے نے اس کی ہمت پست کر دی اور یقین ہو گیا کہ یہ کچھ اور آثار ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے درخواست کی کہ مجھ کو امان کی تحریر لکھ دیجیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم کے مطابق حضرت عامر بن فہیرہ نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر فرمانِ امن لکھ دیا۔

المزی، ابن کثیر، العراقی، ابن سید الناس اور الانصاری وغیرہ نے ان کا اسمِ گرامی کاتبینِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے شمار کیا ہے۔ مسندِ امام احمد میں ہے کہ سفرِ ہجرت میں حضور نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سراقہ بن مالک کو جو امان نامہ لکھ کر دیا، وہ عامر بن فہیرہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حکم پر لکھا۔ سراقہ خود کہتے ہیں "میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو امان نامہ لکھ دینے کی درخواست کی تو آپؐ نے عامر بن فہیرہ کو ارشاد فرمایا۔ انھوں نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر وہ امان نامہ تحریر کر دیا"۔

حضرت عامر بن فہیرہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سکریٹری یعنی کاتبِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) بننے کا شرف حاصل ہے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ

و آلہٖ وسلم کے خطوط لکھنے والوں میں شامل ہیں۔

ہجرتِ مدینہ اور عامرؓ

ہجرتِ مدینہ کے وقت جب حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ غارِ ثور میں ٹھہرے تو اس موقع پر حضرت ابوبکر کے غلام عامر بن فہیرہ دن بھر بکریاں چراتے اور جب رات کا ایک حصہ گزر جاتا تو بکریاں لے کر غارِ ثور میں ان کے پاس پہنچ جاتے۔ اس طرح حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ صدیق بکریوں کا دودھ پی لیتے۔ صبح تڑکے ہی عامرؓ بن فہیرہ بکریاں ہانک کے چل دیتے۔ عامرؓ بن فہیرہ ہر رات بکریاں لاتے تاکہ ان کا دودھ لیا جا سکے اور ضرورت کے تحت ذبح بھی کی جا سکیں۔ اور صبح سویرے جا کر دوسرے لوگوں کے چرواہوں میں شامل ہو جاتے تاکہ ان کے متعلق معلوم نہ ہو سکے۔ جب اس معاملے میں لوگوں کی آوازیں دھیمی پڑ گئیں اور معلوم ہو گیا کہ مکے والے تھک ہار کے خاموش ہو کر بیٹھ گئے ہیں تو حضرت ابوبکر کے بیٹے عبداللہ اور عامر بن فہیرہ دو اونٹ لے کر آ گئے۔ ان اونٹوں پر سوار ہو کے مدینہ کی طرف سفر کیا گیا۔

غارِ ثور اور عامرؓ کی خدمت

حضرت عبداللہ بن ابوبکر مکہ والوں کی خبریں غارِ ثور میں جا کر حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اور حضرت ابوبکر کو بتاتے۔ واپسی پر حضرت عبداللہ کے پیچھے پیچھے حضرت عامر بن فہیرہ اپنی بکریوں کا ریوڑ لے کر انہی کے راستے پر چلتے تاکہ عبداللہ کے قدموں کے نشانات مٹ جائیں اور کوئی قدم شناس یہ نہ سمجھ سکے کہ عبداللہ کہاں گئے تھے۔

اسما بنتِ ابوبکر اور عبدالرحمٰن بن ابوبکر وغیرہ یعنی خاندانِ صدیق کے آنے والوں کے قدموں کے نشان پر حضرت عامر بن فہیرہ ریوڑ پھرا کر مٹاتے جاتے تھے۔

غزوات میں شرکت

انہیں غزوۂ بدر اور غزوۂ اُحُد میں شرکت اور بیرِ معونہ میں شریک ہونے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ رمضان المبارک ۲ ھ میں حق و باطل کا پہلا معرکہ بدر کے میدان میں پیش آیا تو اس جنگ میں حضرت عامر بن فہیرہؓ بڑے شوق سے شریک ہوئے اور پرستارانِ باطل کے خلاف خوب خوب دادِ شجاعت دی۔ اگلے برس غزوۂ اُحُد میں بھی حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی ہم رکابی کا شرف حاصل کیا اور بڑی بہادری سے لڑے۔

بیرِ معونہ

ابو برا کلابی کی استدعا پر ستر صحابہ کی جماعت تبلیغ کے لیے گئی۔ اس جماعت کے اکثر اراکین اصحابِ صُفّہ میں سے تھے اور "قرّا" یعنی قرآن پڑھنے والے کے لقب سے مشہور تھے۔ حضرت عامر بن فہیرہؓ بھی اس مقدس جماعت میں شامل تھے۔ جب یہ اصحاب بیرِ معونہ کے مقام پر پہنچے تو بنو کلاب کے سردار عامر بن طفیل نے غداری کی اور قبائل رِعل و ذکوان کے مشرکین کو ساتھ لے کر ان پاکباز اصحاب پر حملہ کر دیا جو انھیں ہدایت اور نجات کا راستہ بتانے کے لیے آئے تھے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عمروؓ بن امیہ ضمری کو مشرکین نے زندہ گرفتار کر لیا تھا اور پھر عامر بن طفیل نے اپنی ماں کی ایک منت پوری کرنے کے لیے انھیں رہا کر دیا۔

مدینۂ طیّبہ کے پہلے بیمار

مہاجرین کو شروع شروع میں مدینہ کی آب و ہوا موافق نہ آئی اور وہ بخار میں مبتلا ہو گئے۔ حضرت عامر بن فہیرہ اور حضرت ابوبکر صدیق کو بخار نے آ لیا۔ محمد

احمد پانی پتی اپنی کتاب "غلامانِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)" میں لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی بیمار پُرسی کرنے کی اجازت مانگی۔ پردہ کا حکم اس وقت نازل نہ ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اجازت دے دی۔ چنانچہ میں ان بیماروں کی عیادت کے لیے گئی جو اتفاق سے ایک ہی گھر میں رہتے تھے۔ سب سے پہلے میں اپنے والد حضرت ابوبکرؓ کے پاس پہنچی اور کہا:

"ابا جان! آپ کا کیا حال ہے؟"

اس وقت انھیں سخت بخار چڑھا ہوا تھا۔ میرے پوچھنے پر انھوں نے یہ شعر پڑھا۔

کل امری مصبح فی اهله
والموت ادنی من شراک نعله

(ہر آدمی اپنے اہل و عیال کے درمیان صبح کرنے والا ہے اور موت اس کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ اس کے قریب ہے)

میں نے اپنے دل میں کہا۔ "والد کو کچھ پتا نہیں کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔"

اس کے بعد میں عامرؓ بن فہیرہ کے پاس گئی۔ ان کی مزاج پرسی کی۔ وہ کہنے لگے:

لقد وجدت الموت قبل ذوقه
ان الجبان حتفه من فوقه
کل امری مجاهد بطوقه
کالثور یحمی انفه بروقه

(میں نے موت کا مزا چکھنے سے پہلے ہی اسے پا لیا ہے۔ بزدل کی موت اوپر سے آتی ہے۔ ہر ایک آدمی اپنی طاقت کے موافق جدوجہد کرتا ہے۔ جس طرح بیل اپنے سینگوں کے ذریعے اپنی حفاظت کرتا ہے)

میں نے کہا۔ "عامر بھی اپنے ہوش میں نہیں ہیں۔"

بلالؓ کو جس وقت زور کا بخار چڑھتا تو وہ یہ اشعار پڑھتے۔

الالیت شعری هل ابیتن لیلة
بوادو حولی اذخرو جلیل
وهل اردون یوما میاه مجنة
وهل یبدون لی شامة و طفیل

(کاش مجھے معلوم ہوتا کہ کوئی وقت ایسا بھی آئے گا جب میں وادیٔ مکہ میں رات گزاروں گا اور میرے اردگرد اذخر اور جلیل کی خوشبودار گھاس ہو گی اور کاش کوئی دن ایسا بھی میسر ہو جب میں مجنہ کے چشمے سے پانی پیوں اور شامہ اور طفیل کی پہاڑیاں میری نظروں کے سامنے ہوں)

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے واپس آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب حال بیان کیا اور کہا کہ بخار کی وجہ سے کسی کو اپنا ہوش نہیں ہے اور سب بیہوشی میں باتیں کر رہے ہیں۔ یہ سن کے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اے اللہ! ہمارے دلوں میں مکہ کی طرح مدینہ کی محبت بھی ڈال دے بلکہ اس سے زیادہ مدینہ کی آب و ہوا کو درست کر دے۔ اس کے مد اور صاع میں برکت ڈال دے اور اس میں پیدا ہونے والے بخار کو جحفہ میں منتقل کر دے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا قبول ہوئی۔ مدینہ کی آب و ہوا بیماریوں سے پاک ہو گئی اور حضرت عامر بن فہیرہ اور دیگر مہاجرین تندرست ہو گئے۔

عامرؓ کی شہادت

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صفر ۴ھ میں قبیلۂ کلاب کے سردار ابوبرا کلابی کی درخواست پر ستّر قاریوں کی ایک جماعت کو تبلیغ و ارشاد کے لیے بھیجا۔ ان ستّر قاریوں میں حضرت عامرؓ بن فہیرہ بھی شامل تھے۔ قبیلۂ رعل اور قبیلۂ ذکوان نے غداری کے ساتھ اس تمام جماعت کو شہید کر دیا، صرف دو صحابی بچ سکے۔ ان میں

ایک کعب بن زید تھے جن کو کافر مردہ سمجھ کر چھوڑ گئے تھے۔ حالانکہ ان میں جان باقی تھی اور دوسرے عمرو بن امیہ ضمری جو اس وقت اونٹوں کو چرانے کی غرض سے جماعت سے الگ تھے۔ جب عمرو بن امیہ ضمری اونٹوں کو چرانے کے بعد واپس آئے تو کفار نے ان کو گرفتار کر لیا۔ مگر بعد میں عامر بن طفیل نے ایک نذر پوری کرنے کے لیے ان کو چھوڑ دیا۔

عامرؓ کا مدفن

جب عمرو بن امیہ ضمری قید کر لیے گئے تو عامر بن طفیل نے ایک لاش کی طرف اشارہ کر کے دریافت کیا کہ یہ کس کی لاش ہے۔ عمرو بن امیہ نے جواب دیا' یہ حضرت عامر بن فہیرہ ہیں۔ عامر بن طفیل نے کہا' میں نے ان کو شہادت کے بعد دیکھا کہ آسمان کی طرف اٹھا لیے گئے تھے۔ یہاں تک کہ میں نے ان کو زمین و آسمان کے درمیان معلق دیکھا تھا اور پھر نیچے رکھ دیے گئے تھے۔ ان کی نعش مبارک مقتولوں کو نہ مل سکی۔

حضرت عروہ سے مروی ہے کہ ان شہداءِ کرام میں حضرت عامر کی نعش تلاش کی گئی تو نہیں ملی۔ اس پر لوگوں کو خیال ہُوا کہ فرشتے اس کو اٹھا کر لے گئے یا انھوں نے تدفین کر دی۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ان صحابہؓ کی شہادت کا بڑا صدمہ ہوا۔

اُسُد الغابہ میں حضرت عروہ کا یہ بیان درج ہے کہ شہداءِ بیرِ معونہ میں حضرت عامر بن فہیرہ کی نعش نہیں ملی۔ اس پر لوگوں نے خیال کیا کہ ان کی نعش کو فرشتے اٹھا کر لے گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ واقعۂ شہادت کے بعد عامر بن طفیل کلابی نے حضرت عمرو بن امیہ ضمری سے پوچھا کہ کیا تو اپنے سب ساتھیوں کو پہچانتا ہے۔ انھوں نے اقرار کیا تو عامر بن طفیل ان کو ساتھ لے کر شہدا کی لاشوں کے درمیان پھرنے لگا۔ وہ حضرت عمرو سے ہر ایک شہید کا نام و نسب دریافت کرتا جاتا تھا۔ جب سب

لاشوں کا نام و نسب دریافت کر چکا تو حضرت عمرو سے پوچھا' ان میں کوئی کم ہے یا سب کی لاشیں موجود ہیں۔ حضرت عمرو نے فرمایا' ان میں عامر بن فہیرہ نہیں ہیں۔ عامر بن طفیل نے پوچھا' تم لوگوں میں وہ شخص کیسا تھا۔ حضرت عمرو بن امیہ نے فرمایا' وہ ہم لوگوں میں سب سے افضل اور ہمارے نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اولین صحابہ میں سے تھے۔ یہ سن کر عامر بن طفیل نے جبار بن سلمی کی طرف اشارہ کر کے کہا' اس نے عامر بن فہیرہ کو نیزے کی ضرب لگائی۔ جب نیزے کو ان کے جسم سے کھینچا تو ایک شخص مقتول کو اٹھا کر آسمان کی طرف لے گیا۔ اس کے بعد میں نے اس کو نہیں دیکھا۔ حضرت عمرو فوراً پکار اٹھے ۔ ذٰلِکَ عَامِرُ بنُ فُہَیرَہ (وہ عامر بن فہیرہ ہی تھے اور وہ ایسے ہی شخص تھے)

امام ابن المبارک اور امام عبدالرزاق کی روایت میں ہے کہ مقتولین میں ان کی لاش نہیں ملی تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عامرؓ کی شہادت کی اطلاع ملی

پس حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس واقعے سے اللہ تعالیٰ نے مطلع فرما دیا۔ تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے صحابہ سے فرمایا کہ تمھارے بھائی جامِ شہادت نوش کر گئے ہیں اور انھوں نے آخری وقت اپنے پروردگار سے یہ دعا کی تھی کہ ہمارے بھائیوں کو اس بات کی خبر پہنچا دی جائے کہ تُو ہم سے راضی ہے اور ہم تجھ سے راضی ہیں۔

قاتل کا قبولِ اسلام

حضرت عامر بن فہیرہ کو جبار بن سلمی نے شہید کیا تھا۔ جبار بعد میں مسلمان ہو گئے۔ وہ اپنے مسلمان ہونے کی وجہ یہ بیان کرتے تھے کہ جب میں نے عامر بن فہیرہ کو شہید کیا تو ان کے منہ سے بے اختیار نکلا "خدا کی قسم میں تو اپنی مراد کو پہنچ

گیا"۔ جبار کہتے ہیں کہ میں یہ الفاظ سن کر سخت حیران ہوا کہ میں نے تو اس شخص کو قتل کر دیا ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ میں اپنی مراد کو پہنچ گیا ہوں۔ یہ کیا بات ہے۔ چنانچہ میں نے بعد میں لوگوں سے اس کی وجہ پوچھی تو مجھے معلوم ہوا کہ مسلمان لوگ خدا کے راستے میں جان دینے کو اپنی سب سے بڑی کامیابی خیال کرتے ہیں۔ اس بات کا میری طبیعت پر ایسا اثر ہوا کہ میں اسی اثر کے تحت مسلمان ہو گیا۔

عمر مبارک

شہادت کے وقت حضرت عامر بن فہیرہ کی عمر بہ اختلافِ روایت چونتیس یا چالیس برس کی تھی۔ انھوں نے اپنے پیچھے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔

****

حضرت انجشہ رضی اللہ عنہ

یہ ایک حبشی غلام تھے۔ ان کی آواز بہت عمدہ تھی۔ حجۃ الوداع میں انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ازواج کی سواریوں کے لیے حدا پڑھی تو اونٹ تیز چلنے لگے (شتربان کچھ اشعار خوش الحانی سے پڑھتے ہیں تو اونٹ مستی میں آ کر تیز چلنے لگتا ہے۔ اس گانے کو حدا کہتے ہیں)۔ نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اے انجشہؓ آہستہ چلاؤ۔ کمزور مخلوق (عورتوں) پر نرمی کرو۔ ایک دوسری روایت میں یوں ہے کہ ایک شخص اونٹوں کو ہانکا کرتے تھے۔ ان کا نام انجشہ تھا۔ ایک مرتبہ انھوں نے اُمہات المومنین کے اونٹوں کو ہانکا تو وہ بہت تیز چلنے لگے۔ تب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اے انجشہ کمزور مخلوق پر نرمی کرو۔
بہرحال، واقعہ ہے کہ یہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حبشی غلام

تھے۔ ان کی آواز سُریلی ہونے کی وجہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انھیں حُدی خوانی کا کام سپرد کیا ہوا تھا۔

حضرت اسودؓ حبشی رضی اللہ عنہ

حضرت اسودؓ حبشی نے نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے صورتوں اور رنگوں کی بابت دریافت کیا تھا۔ روایت میں ہے کہ ایک حبش کا رہنے والا شخص یعنی حضرت اسودؓ حبشی رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور فرمایا یا رسولَ اللہ صلی اللہ علیکَ وسلم! آپؐ کو ہمارے اوپر رنگ اور نبوت کے اعتبار سے فضیلت دی گئی ہے۔ بھلا اگر میں بھی اس چیز پر ایمان لاؤں جس طرح آپ اس پر ایمان لائے ہیں اور میں بھی ویسے ہی کام کروں جیسے آپ کرتے ہیں تو کیا میں جنت میں آپ کے ہمراہ ہوں گا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس کی جس ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسودؓ کے چہرہ کی چمک جنت میں ہزار سال کی مسافت سے معلوم ہو گی۔ یہ سنتے ہی حضرت اسودؓ رونے لگے اور روتے روتے فوت ہو گئے۔ پھر انھیں نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دفن کیا اور اپنے ہاتھوں سے قبر میں اتارا۔

****
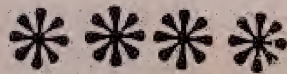
حضرت عرار رضی اللہ عنہ

نام و نسب

حضرت عرارؓ کا رنگ سیاہ تھا۔ ان کے والد حضرت عمرو ابن شاس بن عبید بن ثعلبہ تھے۔ لوگ ان کو تمیمی کہتے ہیں۔ حضرت عمروؓ قبیلہ بنی الجاشع بن دارم سے تھے اور بنی تمیم کے وفد کے ساتھ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ یہ حدیبیہ میں شریک تھے۔

حضرت عرارؓ کے اشعار

حضرت عرارؓ کے والد حضرت عمروؓ شعر بہت عمدہ کہتے تھے۔ ان کی بی بی ام حسان اپنے سوتیلے بیٹے عرارؓ سے ناخوش رہا کرتی تھیں اور ان کو ستایا کرتی تھیں۔ حضرت عمروؓ ام حسان کو ان سے منع کیا کرتے تھے مگر وہ نہ مانتی تھیں۔ چنانچہ انھوں نے کچھ اشعار کہے جن کا ترجمہ یہ ہے:

☆ اس نے عرارؓ کو ذلیل کرنے کا ارادہ کیا حالانکہ قسم اپنی جان کی جو عرارؓ کو ذلیل کرنا چاہے وہ ظالم ہے۔ اے ام حسان اگر تو میری ہے اور میرے ساتھ رہنا چاہتی ہے تو مثل آفتاب کے ہو جا جس کی روشنی سے چہرے بنتے ہیں ورنہ میں مثل سوار ناقہ کے علیحدہ ہو کر چل دوں گا جس کی رفتار میں سستی نہ ہو۔

حضرت عمروؓ چاہتے تھے کہ اپنے بیٹے اور اپنی بی بی کے درمیان صلح کروا دیں مگر یہ نہ ہوا لہٰذا انھوں نے اپنی بی بی کو طلاق دے دی۔ اس کے بعد اپنے اس فعل پر نادم ہوئے اور یہ اشعار کہے۔

☆ جب میں ام حسان کو یاد کرتا ہوں تو میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ افسوس مجھے کام کر چکنے کے بعد اصل حال معلوم ہوا۔ اب میں اس کو یاد کرتا ہوں حالانکہ اب میرے اور اس کے درمیان میں بہت حجابات ہیں۔ اب میں اسی نیک عورت کی طرح ہوں جو اپنا باغ یاد کر کے صبح کو روتی تھی۔

عرارؓ حجاج کا خط لے کر عبدالملک بن مروان کے پاس گئے تو وہاں یہ قصہ بیان کیا اور والد کا شعر سنایا جس کا ترجمہ یہ ہے:

☆ عرار خوبصورت نہیں تو نہ سہی، میں ایسے سیاہ فام کو دوست رکھتا ہوں جس کے شانے چوڑے ہوں۔

****

حضرت زرعہ رضی اللہ عنہ

اسامہؓ بن اخدری فرماتے ہیں کہ قبیلہ شقرہ سے ایک گروہ حضور نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان میں ایک فربہ مرد تھا۔ اس نے ایک حبشی غلام مول لیا اور کہا یا رسولؐ اللہ صلی اللہ علیکَ وسلم اس کا نام رکھ دیجیے اور ہمارے واسطے اس میں برکت کی دعا کیجیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تمھارا کیا نام ہے؟ اس نے کہا احرم۔ آپؐ نے فرمایا (احرم نہیں) بلکہ زرعہؓ۔

****

حضرت زاہرؓ بن حرام الاشجعی رضی اللہ عنہ

نام ونسب

زاہرؓ بن حرام قبیلہ اشجع سے تعلق رکھتے تھے۔ (بظاہر) ایک کم صورت شخص کے بخت ملاحظہ فرمایئے کہ محبوبِ رب العالمین (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے محبوب صحابہ میں شمار ہوتے تھے۔

محبتِ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان سے بہت محبت کرتے تھے۔ سیدنا زاہرؓ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بہت پیار کرتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیہاتی دوست

ان کے بارے میں ترمذی شریف میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی آدمی، جس کا نام زاہرؓ تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جنگل کا تحفہ لایا کرتا تھا۔ جب وہ واپس جانے لگتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (بھی) انہیں سامان عطا فرماتے۔
وہ جنگل کے پھل سبزی وغیرہ آنحضرت کی خدمت میں بطور ہدیہ لایا کرتے تھے۔ جب وہ آپ سے رخصت ہوتے تو آپ شہر کی چیزیں کپڑا وغیرہ ان کو دیا کرتے تھے۔

حجاز کے رہنے والے تھے مگر بادیہ نشین تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "زاہرؓ ہمارا دیہاتی ہے اور ہم اس کے شہری ہیں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان سے بہت محبت فرماتے تھے حالانکہ وہ (بظاہر) بدصورت تھے۔

بیش قیمت زاہرؓ

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے تو حضرت زاہرؓ سامان بیچ رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے ساتھ پیچھے سے اس طرح بغل گیر ہو گئے کہ وہ آپ کو دیکھ نہیں سکے۔ انھوں نے کہا، کون ہے؟ مجھ کو چھوڑ دے! اسی اثنا میں انھوں نے مڑ کر دیکھا تو نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ پھر انھوں نے نہایت اہتمام سے اپنی پیٹھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سینۂ مبارک سے برکت کے لیے ملنا شروع کر دیا۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرمانے لگے، اس غلام کو کون خریدتا ہے؟ حضرت زاہرؓ بن حرام نے عرض کیا یا رسولَ اللہ

صلی اللہ علیکَ وسلم! اللہ کی قسم آپ مجھے کم قیمت پائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تم خدا کے نزدیک کم قیمت نہیں ہو۔ ایک اور جگہ لکھا ہے، آپ نے فرمایا تم اللہ تعالیٰ کے نزدیک بیش قیمت ہو۔

غزوۂ بدر میں شرکت

حضرت زاہرؓ بدر میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہمراہ شریک تھے۔
زاہرؓ صحابی تھے اور بدویوں میں سے تھے۔

مختصر حالات

حضرت زاہرؓ بن حرام ہجرت کے ابتدائی زمانے میں نعمتِ اسلام سے بہرہ یاب ہوئے اور پھر غزوۂ بدر میں شریک ہونے کی سعادتِ عظمیٰ حاصل کی۔ حضرت زاہرؓ کے مزید حالات کتبِ سیَر میں نہیں ملتے البتہ ایک روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ آخر عمر میں کوفہ جا کر آباد ہو گئے تھے، گویا حضور (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے وصال کے بعد وہ کافی عرصہ زندہ رہے۔

****

حضرت خفاف ابنِ ندبہؓ رضی اللہ عنہ

نام و نسب

اپنی ماں کی طرف منسوب ہیں اور وہ کالی تھیں۔ ان کا عرب کے حبشیوں میں شمار ہے، ان کے باپ عمیر بن حارث بن شریف سلمی ہیں، وہ شاعر تھے۔
ان کی والدہ ابان بن شیطان کی بیٹی تھیں۔ قبیلہ بنی حارث بن کعب سے

تھیں۔ ان کا والد عمیر تھا۔ ان کی کنیت ابو خرشہ ہے۔ صخرا اور خنساء اور معاویہ فرزندان عمرو بن حارث بن شرید کے چچا زاد بھائی تھے۔

مختصر حالات

ان کا رنگ بہت سیاہ تھا۔ عرب کے سیاہ رنگ والوں میں سے ایک یہ بھی تھے۔ خفاف مشہور شاعر تھے۔ یہ ان لوگوں میں سے تھے جو زمانہ ردت میں اسلام پر ثابت قدم رہے۔ قبیلۂ قیس کے سواروں اور شاعروں میں سے تھے۔ ابنِ اثیر لکھتے ہیں کہ خفاف ابنِ ندبہ حضرت عمر ابنِ خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے تک زندہ رہے۔

غزوات میں شرکت

اصمعی نے کہا کہ خفاف ابنِ ندبہ حنین میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہمراہ تھے اور لوگوں نے کہا ہے کہ فتح مکہ میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہمراہ تھے اور بنی سلیم کا جھنڈا انھی کے ہاتھ میں تھا اور حنین اور طائف میں بھی شریک تھے۔ ابوبلال مبہم بن ابی العباس بن مرداس سلمی نے بیان کیا۔ وہ کہتے تھے، معاویہ بن عمرو بن شرید برادر خنساء نے اور فزارہ نے ایک مرتبہ جہاد کیا اور ان کے ہمراہ خفاف بن ندبہ بھی تھے۔ ہاشم اور زید فرزندان حرملہ نے معاویہ کو گھیر لیا۔ ایک شخص نے ان کو باندھا اور دوسرے نے ان پر حملہ کیا اور ان کو قتل کر دیا۔ پھر جب لوگوں نے آواز دی کہ معاویہ قتل ہو گئے تو خفاف نے کہا کہ اللہ مجھ کو ہلاک کرے اگر میں یہاں سے ہٹوں جب تک کہ اس پر حملہ نہ کرا لوں۔ تب مالک بن حمار نے جو بنی شمخ بن فزارہ کے سردار تھے، ان پر حملہ کیا اور ان کو قتل کر دیا۔

راویٔ حدیث

ابو عمر کہتے ہیں کہ ان سے صرف ایک حدیث مروی ہے۔ اس کے سوا کوئی

حدیث میں نہیں جانتا۔ وہ کہتے تھے، میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا رسولَ اللہ (صلی اللہ علیکَ وسلم) آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں۔ میں کہاں اتروں، کسی قریشی کے یہاں یا کسی انصاری کے یہاں یا قبیلہ اسلم کے یہاں یا قبیلہ غفار کے یہاں۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اے خفاف! راستے سے پہلے رفیق کو تلاش کر لیا کرو تاکہ اگر کوئی حادثہ پیش آ جائے تو وہ تمھاری مدد کرے اور تم اس کی طرف محتاج ہو تو وہ تمھاری رفاقت کرے۔

****

حضرت اسلمؓ حبشی رضی اللہ عنہ

نام و نسب

واقدی اور ابو نعیم نے ان کا نام یسار تحریر کیا ہے جبکہ ابنِ اسحاق نے نام اسلمؓ تحریر کیا ہے۔ یونس، سلمہ اور بکائی جنھوں نے ابنِ اسحاق سے غزوات کے متعلق روایت کی ہے، کسی نے بھی ان کا نام تحریر نہیں کیا۔ غالباً ان کے علاوہ جن لوگوں نے ابنِ اسحاق سے روایت کی، یہ ان کا کام ہے۔

حضرت اسلمؓ حبشی اسود ایک یہودی کے چرواہے تھے۔ حبش کے رہنے والے، اسود لقب تھا۔ ابنِ مندہ نے حضرت اسلم اسود کی کنیت ابو سلمیٰ بیان کی ہے اور ان سے ایک حدیث روایت کی ہے جو درست نہیں۔ واقدی نے ان کا نام یسارؓ تحریر کیا ہے۔ یہ عامر نامی یہودی کے غلام تھے اور بکریاں چرایا کرتے تھے۔ یہ حبشہ کے رہنے والے تھے اور پیشہ کے اعتبار سے راعی تھے اس لیے بعض لوگ انھیں اسلم حبشی اور بعض اسلم راعی لکھتے ہیں۔

دربارِ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضری

یہ اس وقت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حضور حاضر ہوئے جب آپؐ خیبر کے قلعوں کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ حضرت اسلمؓ کے ہمراہ ایک یہودی کی کچھ بکریاں تھیں۔ وہ ان کو اجرت پر چَراتے تھے۔ انھوں نے عرض کی یا رسولَ اللہ (صلی اللہ علیکَ وسلم) مجھے اسلام کی تعلیم دیجیے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انھیں تعلیم دی۔ وہ مسلمان ہو گئے اور عرض کی۔ میں ان بکریوں کے مالک کا مزدور ہوں اور یہ بکریاں میرے پاس امانت ہیں، میں اب ان کا کیا کروں۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "ان کے منہ پر مارو۔ یہ اپنے مالک کے پاس لوٹ جائیں گی۔" پس اسلم اسود کھڑے ہو گئے اور انھوں نے ایک مٹھی مٹی لے کر ان کے منہ پر دے ماری اور کہا کہ (اے بکریو) اپنے مالک کے پاس لوٹ جاؤ۔ خدا کی قسم اب میں تمھارے ساتھ نہ جاؤں گا۔ پس وہ بکریاں لوٹ گئیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی انھیں ہانک رہا ہو۔ یہاں تک کہ وہ قلعہ میں داخل ہو گئیں۔

حضرت اسلمؓ حبشی کی شہادت

جب بکریاں چلی گئیں تو حضرت اسلم اسود قلعہ کی طرف بڑھے تاکہ مسلمانوں کے ساتھ ہو کر لڑیں کہ ایک پتھر ان کو لگا اور وہ شہید ہو گئے۔ اسود نے اب تک کوئی نماز نہیں پڑھی تھی۔ جب ان کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس لایا گیا اور آپؐ کے پیچھے رکھ دیا گیا اور وہ چادر اوڑھا دی جو وہ اوڑھے ہوئے تھے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف دیکھنے لگے اور آپؐ کے ساتھ کچھ اصحاب بھی تھے۔ پھر آپؐ نے جلدی سے منہ پھیر لیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ یا رسولَ اللہ صلی اللہ علیکَ وسلم آپؐ نے منہ کیوں پھیر لیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ان کے ہمراہ ایک حورِ عین ہے جو ان کی بی بی ہے۔

غزوۂ خیبر اور حضرت اسلمؓ

۷ ہجری میں جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم غزوۂ خیبر کے لیے تشریف لے گئے تو یہودیوں نے اپنے قلعوں میں محصور ہو کر مزاحمت کے لیے زبردست تیاری کی۔ حضرت اسلمؓ اسود اور ان کا مالک عامر یہودی نطاۃ قبیلے میں تھے۔ حضرت اسلمؓ نے یہودیوں سے پوچھا کہ تم کس لیے مسلّح ہو رہے ہو؟ انھوں نے کہا کہ ایک شخص محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) جو اپنے آپ کو اللہ کا نبی کہتا ہے ہم پر حملہ آور ہوا ہے۔ ہم اسی سے جنگ کی تیاری کر رہے ہیں۔

ان کی باتیں سن کر اسلمؓ کے دل میں عجیب کیفیت پیدا ہوئی اور وہ غائبانہ طور پر حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والہ و شیدا ہو گئے۔ حسبِ معمول بکریاں لے کر نکلے تو سیدھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے۔ اور عرض پیرا ہوئے:

"اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں"۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "اللہ کے سوا کسی کو معبود نہ بناؤ اور مجھے اللہ کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) جانو"۔ حضرت اسلمؓ فوراً کلمۂ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔

جب جنگ کے دوران میں حضرت اسلمؓ اسود کے فوت ہو جانے کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سنی تو فرمایا **عَمِلَ قَلِیْلاً وَ اُجِرَ کَثِیْراً** (اس نے تھوڑا عمل کیا اور کثیر اجر پایا)

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت اسلمؓ کی شہادت کی خبر سن کر خود اس خیمہ میں تشریف لائے اور خیمہ کے اندر سر مبارک لے جا کر فرمایا "اس حبشی بندہ کو اللہ تعالیٰ نے بڑا اعزاز عطا فرما کر جنت میں داخل فرما دیا ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ حوریں اس کے سرہانے بیٹھی ہیں۔"

اعزاز

"زلف و زنجیر" جلد دوم میں علامہ ارشد القادری حضرت اسلمؓ اسود کی شہادت کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

جب حضرت اسلمؓ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔ یا رسولؐ اللہ! (صلی اللہ علیکَ وسلم) مَیں حبشی نژاد ہوں۔ میرے جسم کا رنگ سیاہ ہے۔ میرا چہرہ نہایت بدشکل ہے۔ میرا چہرہ نہایت بدشکل ہے، میں ایک صحرا نورد چرواہا ہوں، میرے بدن میں پسینے کی بدبو نکلتی ہے۔ اگر میں بھی آپ کی فوج میں شامل ہو کر راہِ خدا میں قتل کر دیا جاؤں تو کیا مجھے جنت میں داخلے کی اجازت ملے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اثبات میں جواب دیا۔

حضرت اسلمؓ حبشی بڑی بے جگری سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ لڑائی ختم ہونے کے بعد جب ان کی لاش سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے لائی گئی تو آپ نے فرمایا "اسے جنت میں نہرِ حیات میں غوطہ دیا گیا۔ اب اس کے چہرے کی چاندنی سے فردوس کے بام و در جگمگا اٹھے ہیں۔ اس کے پسینے کی خوشبو میں حورانِ بہشتی اپنے آنچل بسا رہی ہیں۔ جنت کی دو حسین حوریں اسے اپنے جھرمٹ میں لیے ہوئے باغِ خلد کی سیر کرا رہی ہیں۔"

ان کی فیروز بختی پر سب محوِ حیرت تھے کہ انہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد سوائے جہاد فی سبیل اللہ کے اور کوئی عملِ خیر نہیں کیا تھا۔ ان کے نامۂ اعمال میں نہ ایک وقت کی نماز تھی، نہ ایک سجدہ تھا۔ سفید و شفاف کفن کی طرح زندگی کا سادہ ورق لیے ہوئے گئے اور بڑے بڑے زُہدانِ شب زندہ دار کو اپنے پیچھے چھوڑ گئے۔ یہ اعزاز صرف انہی کو حاصل ہے۔

****

حضرت یسارؓ رضی اللہ عنہ

یہ حبشی تھے، یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عہد میں فوت ہوئے۔

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ وہ مسجد میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک (بظاہر) بھدا سا حبشی، جس کے سر پر ہرن پکڑنے کا جال تھا، آیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسے خوش آمدید کہا۔ اور ایک روایت بیان کی۔ ابونعیم نے اس حدیث کو یسارؓ حبشی کے ترجمے میں (جو عامر یہودی کا غلام تھے اور غزوۂ خیبر میں موجود تھے) بیان کیا ہے۔ یعنی ان کے خیال میں یہ دونوں ایک ہیں۔

حضرت یسارؓ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کے غلام تھے اور حبشی تھے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عہد میں وفات پائی۔

****

حضرت نفیع ابوبکرہ رضی اللہ عنہ

نام و نسب

ان کا نسب یہ ہے۔ نفیع بن حارث بن کلدہ بن عمرو بن علاج بن ابی سلمی بن عبدالعزیٰ بن غزہ بن عوف بن ثقیف الثقفی ہے اور ثقیف کا نام قسی تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کی کنیت ابوبکرہ رکھی۔ حضرت ابوبکرہؓ کہا کرتے تھے، میں تمہارا دینی بھائی ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا غلام ہوں۔ سب لوگ میرے باپ ہیں۔ لیکن اگر مجھے کسی شخص سے منسوب کرنا چاہتے ہو تو ابنِ مسروح کہہ لو۔

ان کا نام حضرت نفیع ابوبکرہ تھا۔ لیکن ایک روایت میں ان کا نام مسروح آیا ہے۔ جبکہ ایک روایت میں ان کا نام نفیع بن مسروح اور ایک اور روایت میں

نفیع بن حارث بن کلدہ ہے۔ جو لوگ انھیں مسروح سے منسوب کرتے ہیں' ان کے نزدیک یہ حارث بن کلدہ کے غلاموں سے تھے اور ان کی والدہ کا نام سمیہ تھا جو حارث کی لونڈی تھیں اور وہ زیاد کے اخیافی بھائی تھے۔ شعبی سے مذکور ہے کہ لوگوں نے انھیں حارث کی طرف منسوب کرنا چاہا تو انھوں نے انکار کر دیا۔ انھوں نے مرتے وقت اپنے بیٹے سے کہا' کہ میں مسروح حبشی ہوں۔

امام احمد بن حنبل نے انھیں ابوبکرہ نفیع بن حارث لکھا ہے۔

حضرت ابوبکرہؓ کا تقویٰ

حضرت نفیع ابوبکرہؓ عمر بھر عبادتِ الٰہی میں مشغول رہے۔ ان کا شمار بصرہ کے شرفا اور علما میں ہوتا تھا۔

راویٔ احادیث

ان سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا' جب دو مسلمانوں کا باہم مقابلہ ہو جائے اور ایک دوسرے کو قتل کر دے تو دونوں کا ٹھکانا جنم ہو گا۔ انھوں نے بہت سی احادیث روایت کی ہیں۔ خود ان سے ابوعثمان نہدی' احنف اور حسن بصری نے احادیث روایات کی ہیں۔ حضرت نفیع فاضل اور صالح صحابہ سے تھے۔

حضرت ابوبکرہؓ کی وفات

انھوں نے بصرہ میں ۵۱ یا ۵۲ ہجری میں وفات پائی اور وصیت کی تھی کہ ان کی نمازِ جنازہ ابوبرزہ اسلمی پڑھائیں۔ حضرت حسن سے مروی ہے کہ صحابۂ کرام میں سے جو لوگ بصرہ میں سکونت پذیر ہو گئے تھے' ان میں سے کوئی بھی عمران بن حصین اور ابوبکرہ کے پائے کا نہ تھا۔

حضرت ابوبکرہؓ کا قبول اسلام

یہ ان لوگوں میں سے ہیں' جو محاصرۂ طائف کے موقع پر اپنے آقا کو چھوڑ کر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آ گئے تھے اور اسلام کی دولت سے سرفراز ہوئے تھے اور آپؐ نے انھیں آزاد کر دیا تھا۔

****

حضرت رباحؓ اسود رضی اللہ عنہ

حضرت رباحؓ اسود حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے غلام تھے۔ ان کا رنگ سیاہ تھا۔ یہ کبھی کبھی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دربانی بھی کیا کرتے تھے۔ انھوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لیے آپؐ کے پاس جانے کی اجازت مانگی تھی جبکہ آپؐ نے اپنی بیبیوں سے علیحدہ ہو کر بالاخانہ میں اقامت فرمائی تھی۔ بلالؓ اور سلمہ بن اکوع نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایک غلام تھے جن کا نام رباح تھا۔

ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی اپنے مضمون "عہدِ نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں تنظیم و ریاست و حکومت" میں لکھتے ہیں کہ یہ حبشی تھے۔ مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دولت خانہ پر ایک بار (۹ ہجری میں) دربانی کے فرائض سرانجام دیے۔ ان کی حیثیت متفرق ماتحت کارکن کی تھی۔

****

حضرت سعیرۃ الاسدیہ رضی اللہ عنہا

حضرت ابنِ عباسؓ نے ایک مرتبہ ابو رباح سے کہا "آؤ میں تمھیں ایک جنتی عورت دکھاؤں"۔ چنانچہ وہ انھیں ایک حبشی عورت کے پاس لے گئے اور کہا "ان کا نام سعیرۃؓ ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور کسی سخت بیماری کا ذکر کر کے جو انھیں لاحق ہو گئی تھی کہا "یا رسولؐ اللہ صلی اللہ علیکَ وسلم! اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ مجھے اس سے شفا عطا فرمائے" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "اگر تم چاہو تو میں اللہ تعالیٰ سے تمھاری شفایابی کی دعا کروں۔ اس صورت میں تمھیں اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی نیکیوں اور برائیوں کا پورا حساب دینا ہو گا۔ اور اگر چاہو تو صبر کرو۔ اس صورت میں تم یقیناً جنت میں جاؤ گی"۔ یہ سن کر انھوں نے کہا "یا رسولؐ اللہ صلی اللہ علیکَ وسلم! میں صبر اور جنت کو اختیار کرتی ہوں"۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ اس واقعے میں یوں اضافہ کرتے ہیں کہ حضرت سعیرۃ الاسدیہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ اقدس میں **حاضر** ہوئیں اور عرض کی کہ مجھ کو مرگی آتی ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میرے لیے دعا فرمائیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "اگر تو چاہتی ہے تو صبر کر، کیونکہ صبر کرنے سے تجھے جنت ملے گی۔ اور اگر تو صبر نہ کر سکے تو میں تیری شفایابی کی دعا کرتا ہوں"۔ اس بلند ہمت حبشی صحابیہ نے عرض کی "میں صبر کروں گی مگر میں مرگی کی حالت میں برہنہ ہو جاتی ہوں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اللہ سے دعا کریں کہ میں برہنہ نہ ہوں"۔ حضور رحمتِ ہر عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کے لیے دعا فرمائی۔

ابنِ مندہ وغیرہ نے ان کا نام شعیرہ اور جعفر بن مستغفری نے سعیرۃؓ لکھا ہے۔ یہی درست ہے۔

******

حضرت جعال یا جعیل رضی اللہ عنہ

نام و نسب

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کا نام جعیل بن سراقہ غفاری ہے، جبکہ بعض لوگ ضمری، بعض لوگ ثعلبی اور بعض انھیں بنی سواد کے خاندان سے کہتے ہیں جو بنی سلمہ کی ایک شاخ ہے۔ ابنِ اسحاق کے سوا اور لوگوں نے ان کا نام جعال بتایا ہے۔

غزوۂ اُحد میں شرکت

یہ قدیم الاسلام ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہمراہ اُحد میں شریک تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت

ان کی آنکھ قریضہ میں جاتی رہی تھی۔ (بظاہر) بہت بدصورت اور کالے تھے۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کی تعریف کر کے ان کے ایمان پر اعتماد کا اظہار کیا ہے۔ محمد بن ابراہیم بن حارث تیمی نے بیان کیا کہ ایک کہنے والے نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کیا کہ آپ نے اقرع بن حابس کو اور عینیہ بن حصن کو سو سو اونٹ دیے اور جعیل کو آپؐ نے چھوڑ دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر تمام روئے زمین پر عینیہ اور اقرع جیسے لوگ جمع ہو جائیں تو جعیل مجھے ان سب سے زیادہ

محبوب ہے۔

اعزاز

ابنِ اسحاق نے اپنی سند سے روایت کیا ہے کہ نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بنی مصطلق سے جو قبیلہ خزاعہ کی شاخ ہے، شعبان ۶ ھ میں جہاد کیا اور مدینہ میں جعال ضمری کو خلیفہ بنا دیا۔

****
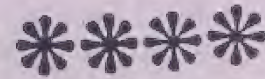
حضرت جعال رضی اللہ عنہ

ابنِ اثیر لکھتے ہیں کہ یہ جعال دوسرے ہیں مگر ان کا تذکرہ ابوموسیٰ نے ابنِ مندہ پر استدراک کرنے کے لیے لکھا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ یہ وہی شخص ہے جس کا تذکرہ پہلے ہوا ہے یا کوئی اور ہیں۔ انھوں نے ابنِ عمر سے روایت کی ہے کہ ایک شخص رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حضور حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسولَ اللہ صلی اللہ علیکَ وسلم! بتائیے اگر میں آپ کے سامنے لڑوں یہاں تک کہ قتل کر دیا جاؤں تو مجھے میرا پروردگار عزوجل جنت میں داخل کر دے گا اور مجھے حقیر تو نہ سمجھے گا؟ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ہاں۔ اس نے عرض کیا کہ یہ کیونکر ہو گا میرے بدن سے تو بدبو آتی ہے۔ میرا رنگ سیاہ ہے اور میں (بظاہر) کمینہ خاندان کا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا اور اس نے لڑنا شروع کر دیا یہاں تک کہ وہ شہید ہو گیا۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اس طرف سے گزر ہوا تو آپؐ نے فرمایا "اے جعال! اب اللہ نے تمھارے بدن کو خوشبودار کر دیا اور تمھارا چہرہ سپید کر دیا"۔

****

حضرت نبعہ حبشیہ رضی اللہ عنہا

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مہربان اور شفیق چچا حضرت ابوطالبؓ کی بیٹی حضرت امِ ہانیؓ کی لونڈی کا نام نبعہؓ حبشیہ تھا۔ عبدالغنی اور ابن ماکولا نے ان کا ذکر کیا ہے۔ کلبی نے ابوصالح سے، انھوں نے امِ ہانیؓ سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں روایت کی کہ جس رات آپؐ کو واقعۂ معراج پیش آیا، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے گھر میں سوئے ہوئے تھے۔ آپؐ نماز پڑھ کر سو گئے تھے اور ہم بھی سو گئے تھے۔ قبل از صبح ہم نے آپؐ کو بیدار کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے نماز ادا کی۔ ہم نے بھی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی۔ پھر حضرت امِ ہانیؓ فرماتی ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا "امِ ہانی! رات کو میں نے نمازِ عشا پڑھی۔ پھر میں بیت المقدس میں گیا اور وہاں نماز ادا کی اور پھر صبح کی نماز تمھارے ساتھ پڑھی۔" پھر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم باہر جانے کو اٹھے تو میں نے آپؐ کی چادر کا ایک کونا پکڑا اور گزارش کی "اے رسولِ خدا صلی اللہ علیکَ وسلم! آپؐ لوگوں سے یہ بات نہ کہیے گا ورنہ وہ آپؐ کو تکلیف دیں گے اور آپؐ کی تکذیب کریں گے۔" حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "بخدا میں لوگوں کو ضرور بتاؤں گا۔" میں نے اپنی لونڈی نبعہ کو بلایا اور کہا کہ تم رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیچھے جاؤ اور سنو کہ آپ لوگوں سے کیا کہتے ہیں اور لوگ آپ کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ جب آپ نے لوگوں کو بتایا تو آپ کی بات سن کر لوگوں کو بڑی حیرت ہوئی اور انھوں نے آپؐ سے اس کی دلیل مانگی۔

محبوب ہے۔

اعزاز

ابنِ اسحاق نے اپنی سند سے روایت کیا ہے کہ نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بنی مصطلق سے جو قبیلہ خزاعہ کی شاخ ہے، شعبان ۶ ھ میں جہاد کیا اور مدینہ میں جعال ضمری کو خلیفہ بنا دیا۔

****

حضرت جعال رضی اللہ عنہ

ابنِ اثیر لکھتے ہیں کہ یہ جعال دوسرے ہیں مگر ان کا تذکرہ ابو موسیٰ نے ابنِ مندہ پر استدراک کرنے کے لیے لکھا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ یہ وہی شخص ہے جس کا تذکرہ پہلے ہوا ہے یا کوئی اور ہیں۔ انھوں نے ابنِ عمر سے روایت کی ہے کہ ایک شخص رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حضور حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسولَ اللہ صلی اللہ علیکَ وسلم! بتایئے اگر میں آپ کے سامنے لڑوں یہاں تک کہ قتل کر دیا جاؤں تو مجھے میرا پروردگار عزوجل جنت میں داخل کر دے گا اور مجھے حقیر تو نہ سمجھے گا؟ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ہاں۔ اس نے عرض کیا کہ یہ کیونکر ہو گا میرے بدن سے تو بدبو آتی ہے۔ میرا رنگ سیاہ ہے اور میں (بظاہر) کمینہ خاندان کا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا اور اس نے لڑنا شروع کر دیا یہاں تک کہ وہ شہید ہو گیا۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اس طرف سے گزر ہوا تو آپؐ نے فرمایا "اے جعال! اب اللہ نے تمھارے بدن کو خوشبودار کر دیا اور تمھارا چہرہ سپید کر دیا"۔

****

حضرت نبعہ حبشیہ رضی اللہ عنہا

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مہربان اور شفیق چچا حضرت ابو طالبؓ کی بیٹی حضرت ام ہانیؓ کی لونڈی کا نام نبعہؓ حبشیہ تھا۔ عبدالغنی اور ابن ماکولا نے ان کا ذکر کیا ہے۔ کلبی نے ابو صالح سے، انھوں نے ام ہانیؓ سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بارے میں روایت کی کہ جس رات آپؐ کو واقعۂ معراج پیش آیا، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے گھر میں سوئے ہوئے تھے۔ آپؐ نماز پڑھ کر سو گئے تھے اور ہم بھی سو گئے تھے۔ قبل از صبح ہم نے آپؐ کو بیدار کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نماز ادا کی۔ ہم نے بھی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی۔ پھر حضرت ام ہانیؓ فرماتی ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھ سے فرمایا "ام ہانی! رات کو میں نے نمازِ عشا پڑھی۔ پھر میں بیت المقدس میں گیا اور وہاں نماز ادا کی اور پھر صبح کی نماز تمھارے ساتھ پڑھی۔" پھر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم باہر جانے کو اٹھے تو میں نے آپؐ کی چادر کا ایک کونا پکڑا اور گزارش کی "اے رسولِ خدا صلی اللہ علیکَ وسلم! آپؐ لوگوں سے یہ بات نہ کہیے گا ورنہ وہ آپؐ کو تکلیف دیں گے اور آپؐ کی تکذیب کریں گے۔" حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "بخدا میں لوگوں کو ضرور بتاؤں گا۔" میں نے اپنی لونڈی نبعہ کو بلایا اور کہا کہ تم رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیچھے جاؤ اور سنو کہ آپ لوگوں سے کیا کہتے ہیں اور لوگ آپ کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ جب آپ نے لوگوں کو بتایا تو آپ کی بات سن کر لوگوں کو بڑی حیرت ہوئی اور انھوں نے آپؐ سے اس کی دلیل مانگی۔

****

حضرت عبداللہ حبشی رضی اللہ عنہ

ابنِ اثیر لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ حبشی خثعمی صحابی ہیں۔ یہ مستقل مکہ میں قیام پذیر رہے۔ عبید بن عمیر اور محمد بن جبیر بن مطعم نے ان سے حدیث روایت کی ہے۔ انھوں نے عبداللہ حبشی سے نقل کر کے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کسی شخص نے دریافت کیا کہ کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ تو آپؐ نے جواب دیا کہ وہ ایمان جس میں کسی طرح کا شک نہ ہو اور وہ جہاد جس میں خیانت نہ ہو اور حج مبرور۔ اس کے بعد پھر اس صحابی نے دریافت کیا کہ نمازوں میں سب سے افضل نماز کون سی ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ وہ نماز جس میں قراءت اور دعا زیادہ ہو۔ پھر انھوں نے دریافت کیا کہ صدقوں میں افضل صدقہ کون سا ہے تو آپؐ نے جواب دیا کہ بدکلامی کو چھوڑ دینا۔ پھر اس نے پوچھا کہ افضل ہجرت کون سی ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ افضل مہاجر وہ شخص ہے کہ جتنی چیزیں اللہ نے اس پر حرام کی ہیں، سب کو چھوڑ دے۔ پھر انھوں نے عرض کیا کہ افضل جہاد کون سا ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ افضل مجاہد وہ شخص ہے جو اپنا مال و جان دے کر کافروں سے لڑے۔ اس کے بعد اس صحابی نے دریافت کیا کہ سب سے اچھا مقتول کون ہے؟ تو آپؐ نے جواب دیا کہ اچھا مقتول وہ شخص ہے جو اللہ کی راہ میں مارا جائے اور اس کے ہاتھ پیر کاٹ ڈالے جائیں۔

حافظ ابو نعیم احمد اصبہانی اپنی تصنیف ''اصحابِ صفہ'' میں لکھتے ہیں کہ ابو سعید ابن الاعرابی کے ذکر کے مطابق عبداللہ بن حبشی الخثعمی بھی اہل صفہ میں داخل ہیں۔ اس کے بعد مصنف متذکرہ بالا حدیث شریف کا ذکر کرتے ہیں۔

****

حضرت سعد الاسود سہمی رضی اللہ عنہ

حضرت انس سے روایت ہے کہ ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، سلام عرض کیا اور کہا کہ کیا میرا کالا اور بدمنظر ہونا مجھے جنت میں داخل ہونے سے باز رکھے گا؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، خدا کی قسم نہیں، جب تک تم خدا سے ڈرتے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے احکام کو مانتے رہو گے۔ انھوں نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اب میرے لیے کیا حکم ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جو سب لوگوں کے لیے بھی ہے، وہی تمہارے لیے ہے کہ تم ان کے بھائی ہو۔

نام و نسب

حضرت سعد الاسودؓ حبشی کا اصل نام تو سعد تھا لیکن ان کی غیر معمولی سیاہ رنگت کی وجہ سے لوگ ان کو ''سعد الاسود'' یا ''اسود'' کہا کرتے تھے (جیسا کہ ہمارے ملک میں سیاہ فام آدمی کو ''کالو یا کالا'' کہہ کر پکارتے ہیں) اربابِ سیر نے حضرت سعد الاسودؓ کا سلسلۂ نسب تو بیان نہیں کیا۔ البتہ یہ بات تواتر کے ساتھ لکھی ہے کہ ان کا تعلق قریش کے قبیلہ بنو سہم سے تھا۔

حضرت سعدؓ کا قبولِ اسلام

ان کے قبولِ اسلام کے زمانے کے بارے میں بھی کسی کتاب میں معلومات

نہیں ملتیں لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس وقت مشرف بہ اسلام ہوئے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہجرت کے بعد مدینۂ منورہ میں تشریف فرما تھے اور غزوات و سرایا کا آغاز ہو چکا تھا۔

نکاح کے خواہشمند

علامہ ابنِ اثیر کا بیان ہے کہ قبولِ اسلام کے بعد حضرت سعدالاسودؓ نے بارگاہِ رسالت (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں عرض کی:

یا رسولَ اللہ صلی اللہ علیکَ وسلم! میں نکاح کرنا چاہتا ہوں لیکن کوئی شخص میری بدصورتی کے سبب مجھ کو رشتہ دینے پر راضی نہیں ہوتا۔ میں نے بہت سے لوگوں کو پیام دیے لیکن سب نے رد کر دیے۔ ان میں کچھ تو اس وقت بھی یہاں موجود ہیں اور کچھ غیر حاضر ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سراپا رحمت تھے۔ بے کسوں اور حاجت مندوں کے ملجا و ماویٰ تھے۔ اپنے جاں نثار کی بیکسانہ درخواست سن کر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی شانِ رحیمی نے گوارا نہ کیا کہ لوگ اس کو محض اس وجہ سے ٹھکرائیں کہ وہ ظاہری حسن و جمال سے محروم ہے۔ چنانچہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "سعد گھبراؤ نہیں، میں خود تمھاری شادی کا بندوبست کرتا ہوں۔ تم اسی وقت عمروؓ بن وہب کے گھر جاؤ اور سلام کے بعد ان سے کہو کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے آپ کی بیٹی کا رشتہ میرے ساتھ کر دیا ہے"۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد سن کر حضرت سعدالاسودؓ حبشی شاداں و فرحاں حضرت عمروؓ بن وہب کے گھر چل دیے۔

حضرت عمروؓ بن وہب ثقفی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے اور ابھی ان کے مزاج میں زمانہ جاہلیت کی درشتی موجود تھی۔ اس لیے جب حضرت سعدؓ نے ان کے گھر پہنچ کر انھیں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرمان سے مطلع کیا تو ان کو

بڑی حیرت ہوئی کہ میری ذہین و فطین بیٹی کی شادی ایسے (بظاہر) کریہہ منظر شخص سے کیسے ہو سکتی ہے۔ انھوں نے سوچے سمجھے بغیر حضرت سعدؓ کا پیام رد کر دیا اور بڑی سختی سے انھیں واپس جانے کو کہا۔ سعادت مند لڑکی نے حضرت سعدؓ اور اپنے باپ کی گفتگو سن لی تھی۔ جونہی سعدؓ واپس مڑے، وہ لپک کر دروازے پر آئی اور آواز دی:

"اللہ کے بندے واپس آؤ، اگر واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تمھیں بھیجا ہے تو میں بخوشی تمھارے ساتھ شادی کے لیے تیار ہوں۔ جس بات سے اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) راضی ہیں میں بھی اس پر راضی ہوں"۔

اس اثنا میں حضرت سعدؓ آگے بڑھ چکے تھے۔ انھوں نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر سارا واقعہ پیش کیا۔ ادھر ان کے جانے کے بعد نیک بخت لڑکی نے اپنے والد سے کہا کہ آپ نے بڑا غضب کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرمان کی پروا نہ کی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرستادہ کے ساتھ بہت سخت سلوک کیا۔

جب حضرت عمروؓ بن وہب نے واقعات پر غور کیا تو ڈرتے ہوئے بارگاہِ مصطفوی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو دیکھ کر فرمایا "تم ہی نے میرے بھیجے ہوئے آدمی کو لوٹایا ہے"؟ عمرو بن وہب نے عرض کی "یا رسولَ اللہ صلی اللہ علیکَ وسلم! بے شک میں نے اس آدمی کو لوٹایا ہے لیکن یہ غلطی مجھ سے لاعلمی میں سرزد ہوئی۔ میں اس شخص سے واقف نہ تھا۔ اس لیے اس کی بات کا اعتبار نہ کیا اور اس کا پیام نامنظور کر دیا، خدا کے لیے مجھے معاف فرمائیے"۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عمرو بن وہب کا عُذر قبول فرمایا اور حضرت سعدالاسودؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا "سعد میں نے تمھارا عقد بنت عمرو بن وہب سے کر دیا ہے۔ اب تم اپنی بیوی کے پاس جاؤ"۔

سعدؓ کی شہادت

حضرت سعدؓ مسرت کے عالم میں بارگاہِ نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے نکلے اور ابھی بازار میں ہی تھے کہ ان کے کانوں میں منادی کی آواز پڑی "اے اللہ کے شہسوارو، جہاد کے لیے سوار ہو جاؤ اور جنت کی راہ لو"۔

منادی کی آواز سن کے تمام جذبات پر جوشِ ایمانی غالب آگیا۔ جس رقم سے بازار سے اپنی بیوی کے لیے تحفے تحائف خریدنے کے لیے نکلے تھے، اسی رقم سے گھوڑا، تلوار اور نیزہ خریدا اور سر پر عمامہ باندھ کر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قیادت میں جانے والے مجاہدین میں شامل ہو گئے۔ اس سے پہلے نہ ان کے پاس گھوڑا تھا، نہ نیزہ نہ تلوار اور اب انھوں نے عمامہ بھی اس طرح باندھا تھا کہ کسی کو معلوم نہ ہو سکا کہ یہ سعد الاسودؓ ہی ہیں۔ میدانِ جہاد میں سعدؓ ایسے لڑے کہ بڑے بڑے بہادروں کو پیچھے چھوڑ دیا۔ ایک موقعہ پر گھوڑا اڑ گیا تو اس کی پشت پر سے کود پڑے اور آستینیں چڑھا کر پیادہ پا ہی لڑنا شروع کر دیا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے ہاتھوں کی سیاہی سے شناخت کر لیا اور انھیں آواز دی۔ لیکن سعدؓ اس وارفتگی سے لڑ رہے تھے کہ انھیں اس بات کی خبر نہ ہوئی۔ اور اسلام کا یہ سرفروش سپاہی دادِ شجاعت دیتا ہوا جانثار ہو گیا۔

جنت میں سعدؓ کی شادی

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب حضرت سعد الاسودؓ کی شہادت کی خبر ہوئی تو آپؐ ان کے پاس تشریف لائے۔ ان کا سر اپنی گود میں رکھ کر دعائے مغفرت کی اور پھر فرمایا:

"میں نے سعدؓ کا عقد عمرو بن وہب کی لڑکی سے کر دیا تھا اس لیے اس کے متروکہ سامان کی مالک وہی لڑکی ہے۔ سعدؓ کے ہتھیار اور گھوڑا اسی کے پاس پہنچا دو اور اس کے ماں باپ سے کہو کہ اب خدا نے تمھاری لڑکی سے بہتر لڑکی سعدؓ کو عطا کر دی ہے اور اس کی شادی جنت میں ہو گئی ہے۔"

سعدؓ کا کردار

قبولِ اسلام کے بعد حضرت سعد الاسودؓ نے اس دنیائے فانی میں بہت کم عرصہ قیام کیا لیکن اس مختصر مدت میں انھوں نے اپنے جوشِ ایمان اور اخلاصِ عمل کے جو نقوش صفحۂ تاریخ پر ثبت کیے، وہ امتِ مسلمہ کے لیے تا ابد مشعلِ راہ بنے رہیں گے۔

ماخذ و مراجع

- قرآن مجید
- بخاری شریف۔ جلد دوم۔ کتاب المغازی۔ باب نمبر ۴۹۶
- ترمذی شریف۔ بات ماجا فی صفت مزاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیث نمبر ۵
- سنن ابی ماجہ۔ کتاب الاطعمہ
- علامہ حلبی۔ السیرۃ الحلبیہ فی سیرۃ الامین المامون (عربی) جلد اول
- عمر رضا کحالہ۔ اعلام النساء (عربی) جزء الاول
- علامہ قسطلانی۔ سیرت محمدیہؐ۔ جلد دوم۔ (اردو ترجمہ از عبدالجبار آصفی)
- عروہؓ بن زبیر۔ مغازی رسول اللہؐ۔ (اردو ترجمہ از محمد سعید الرحمن علوی)
- احمد بن زینی دحلان۔ سیرت دحلانیہ۔ (اردو ترجمہ از صائم چشتی)
- شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔ مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ (اردو ترجمہ از غلام معین الدین نعیمی)
- علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی۔ انوار محمدیہؐ۔ (علامہ قسطلانی کی "المواہب

اللدنیہ" کی تلخیص۔ اردو ترجمہ از پروفیسر غلام ربانی عزیز)
○ ۔ شیخ محمد رضا۔ محمدؐ رسول اللہ۔ (اردو ترجمہ محمد عادل قدوسی)
○ ۔ عبدالرحمن ابن جوزی۔ الوفا باحوال المصطفیٰؐ۔ (اردو ترجمہ از مولانا محمد اشرف سیالوی)
○ ۔ محمد حسین ہیکل۔ حیات محمدؐ۔ (اردو ترجمہ از ابو یحیی امام خان نوشہروی)
○ ۔ ابن ہشام۔ سیرت النبیؐ کامل۔ جلد اول۔ (اردو ترجمہ از عبدالجلیل صدیقی)
○ ۔ ابن قیم جوزی۔ اسوہ حسنہ۔ (اردو ترجمہ از عبدالرزاق ملیح آبادی)
○ ۔ علامہ جلال الدین سیوطی۔ الخصائص الکبریٰ۔ جلد دوم۔ (اردو ترجمہ از راجا رشید محمود و سید حامد لطیف)
○ ۔ عبدالمالک بن عثمان نیشا پوری۔ شرف النبیؐ۔ (اردو ترجمہ از اقبال احمد فاروقی)
○ ۔ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب۔ مختصر سیرۃ الرسولؐ (اردو ترجمہ از حافظ محمد اسحاق)
○ ۔ باڈلے۔ الرسولؐ۔ (اردو ترجمہ از ڈاکٹر ایم ایس ناز)
○ ۔ مولانا محمد زکریا۔ العطور المجموعہ (مرتب محمد اقبال مہاجر مدنی)
○ ۔ شبلی۔ سیرۃ النبیؐ۔ جلد اول
○ ۔ شاہ مصباح الدین شکیل۔ سیرت احمد مجتبیٰ۔ جلد اول
○ ۔ ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرۃ المصطفیٰؐ۔ جلد اول
○ ۔ مفتی عنایت احمد کاکوروی۔ تواریخ حبیب الہ
○ ۔ نور بخش توکلی۔ سیرت رسول عربیؐ
○ ۔ ابو الاعلیٰ مودودی۔ سیرت سرور عالمؐ۔ جلد دوم
○ ۔ صفی الرحمن مبارک پوری۔ الرحیق المختوم
○ ۔ مفتی عزیز الرحمن۔ رسالتماب۔ حصہ اول و دوم
○ ۔ علی اصغر چودھری۔ عہد نبویؐ کے نادر واقعات
○ ۔ علی اصغر چودھری۔ حضرت محمدؐ ولادت سے نزول وحی تک

○ ۔ خالد محمود خالد۔ حیات رسولؐ کے دس دن
○ ۔ شہناز کوثر۔ قوس قزح
○ ۔ شہناز کوثر۔ حیات طیبہ میں پیر کے دن کی اہمیت
○ ۔ شہناز کوثر۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچپن
○ ۔ ابن اثیر۔ اسد الغابہ فی معرفت الصحابہ۔ جلد ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۷، ۹، ۱۰، ۱۱ (اردو ترجمہ از محمد عبدالشکور فاروقی و غلام ربانی عزیز)
○ ۔ محمد یوسف۔ حیات الصحابہ۔ جلد سوم۔ مشتمل بر حصہ ہشتم، نہم، دہم
○ ۔ ابن قتیبہ۔ سیرانبیا و صحابہ و تابعین۔ (اردو ترجمہ سلام اللہ صدیقی)
○ ۔ مولانا شاہ معین الدین۔ سیر الصحابہ۔ جلد دوم۔ مہاجرین حصہ اول۔
○ ۔ محمد احمد پانی پتی۔ غلامان محمد(صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم)
○ ۔ سعید احمد۔ غلامان اسلام۔
○ ۔ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری۔ اصحاب بدر
○ ۔ حکیم رحمان علی۔ المشاہد
○ ۔ مولانا سعید انصاری۔ سیر الصحابیات
○ ۔ نیاز فتح پوری۔ صحابیات
○ ۔ طالب ہاشمی۔ خیر البشرؐ کے چالیس جانثار
○ ۔ طالب ہاشمی۔ رحمت دارینؐ کے سو شیدائی
○ ۔ طالب ہاشمی۔ آسمان ہدایت کے ستر ستارے
○ ۔ طالب ہاشمی۔ تذکار صحابیات
○ ۔ برکت علی لودھیانوی۔ اصحابہ صفہؓ
○ ۔ ابن عبدالشکور۔ سیرت زیدؓ بن حارثہ
○ ۔ ارمان سرحدی۔ نامور خواتین اسلام
○ ۔ صوفی محمد اکرم رضوی۔ صحابہؓ کا عشق رسولؐ

○ - عبدالمصطفیٰ اعظمی۔ کرامات صحابہ
○ - نواز رومانی۔ جرنیل صحابہ
○ - آغا اشرف۔ مشاہیر اسلام
○ - عبدالغنی فاروق۔ ہم مسلمان کیوں ہوئے؟
○ - الوارث۔ کراچی۔ رسولؐ نمبر۔ ربیع الاول۔ ۱۳۹۴ھ۔ شمارہ ۴، ۵
○ - القریش۔ رسول نمبر۔ جلد ۴ نمبر ۴، ۵۔ اپریل، مئی ۱۹۱۸ء
○ - قومی ڈائجسٹ۔ (ماہنامہ) صحابہ کرام نمبر۔ حصہ اول۔ جلد ۹ شمارہ ۱۲
○ - اردو ڈائجسٹ (ماہنامہ) لاہور۔ رحمت للعالمینؐ نمبر۔ حصہ اول۔ ۱۹۸۸
○ - مولوی (ماہنامہ) دہلی۔ رسولؐ نمبر۔ ۱۳۴۹ھ
○ - نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۷، ۸، ۱۲
○ - اسلامی انسائیکلوپیڈیا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۲۹۱

ماہنامہ **نعت** لاہور

نماز اچھی ہے حج اچھا ہے روزہ اچھا اور زکوٰۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ طیبہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

مولانا ظفر علی خاں

منظر رقم